

CHECKED

CHECKED 1905

الله لا اله الا هو الحي القيوم

صحيحة اعلیٰ از شریعی بنظیر یعنی الکلام من تصنیف شریف حضرت
تاج الکاملین امام الطایفه عالیجناب مولانا محمد بنظیر شاہ
قادری بستی رزاقی سلمہ و است برکاتہ



بامر ارتقاہ جناب آقا و الملک بیا و دو کو کسید چنانکہ ارجی جناب فی عافیت
احمد رضا خان صاحب کتبہ و نواز جنگ بیا و جناب آقا سید محمد اوزاعی صاحب
اول التلقہ ادر فی ص

مطبع حبیب الرحمن صاحب
در بی ضلالت
طبع شد
۱۹۰۵

یہ روشن کرے نام کو کام کو
نہ ذکر و عجم خبرم ماضی رہے
سورے غیر مکتوب ہدایت کرے

کہ دون جان تازہ میں اسلام کو
نظام و کن سے بھی راضی رہے
جو اگلین میں نہ عنایت کو کہیں

جن سالگرہ امیر اسلام بنگان عالی حضور نظام خلافت ملکہ و

کہاں سے تو اسے ساقی راج روح
چہلکنا ہوا وہ جام شراب
ہوں گویا تازہ وار و نہیں کوئی غیر
چہکاتا نہیں کیوں تو ہم مجھے
کوئی بات سستی سے خالی نہیں
ازل سے ہی گو بادہ نوشے شعار
کہی خیمے کم میں چڑھتا نہیں
مری طرف کے کاخیر و سبجے
پلا جام خلاص بی اشتباہ
میں گو سب سے بدترین و خورین
شب و روز دین ہی اسی کام کی
غلو سے متحرک لکھون مدح شاہ
نہ کہ کہ انبوائی ساقی ارجمند
یہ شاہ و کن بدر ہندوستان
عزم میں مدیتے میں بغداد میں
کہیں نہ ہوڑے فلین دارباب دین
مشعل فقیر ازل مسلم و ہنر
سلاطین کو اس سے مدد دی انہیں

بناسا غول کو عین الفتوح
کہ پیدا ہو پر عین جوش شباب
ادھر ہی کوئی جام مستور ہی غیر
سجھتا نہیں کیا تو مجرم مجھے
طبیعت نہ لانا بالی نہیں
میں بدست ہوتا نہیں زینہار
مگر نشہ میں بڑھتا نہیں
ترا حوصلہ دیکھتا ہے مجھے
ذمائم پہ سیری نہ کر تو نگاہ
دعا گوئی اقبال محبوب سون
کہ اس میں حقیقت ہے اسلام کی
کہ ہر فطرت افتد جیسے گواہ
طبیعت ہی مدح کے حق پسند
شب و روز اسلام کا پاسان
دعا گو میں سب ایک ہی یاد میں
وہ اس خوان الفت کی بن بیز چمن
نہاروں اسی در پہن بہرہ ور
پالیسی کہیں نہ خیر جاری نہیں

شجاعت میں نہ انگرن شیر دل
خداوند عالم کا یہ حق شناس
خودی یا لیا طامن و تو نہیں
بزرگان دین سے سارو بار
کریم دجا خود روشن خیال
نظر ہے بسیط اسکی ہر ازین
بلکہ کیا کوئی آپکا وصف تمام
یہ جشن مبارک یہ بزم سرور
یہ محفل بعثت کاسب کار و بار
برس تھی تو ان ہی جو شال ہوا
زیادہ یونہی عمر محبوب ہو
گئے اسطرح قادر و ذوالجلال
لیکوں کچھ میں فرصت نہیں بقدر
الہی یہ محبوب عالی مقام
عطا کرو خادار میر و وزیر
ہر اک چشم بستے بچانا اسے
میر اس کے دل سے ہی خواہ ہو
الہی اسے حسن عشق سے
ہر اک غم میں اپنے ہو کایا
مدام اسے انعام باری ہے
لے صدق ہو بروشان عمر
لے علم عثمان و زور سے
غرض ہر عمل اس کا مرغوب ہو

سفاوت میں حاتم صفت میل
شب و روز سرگرم حمد و سپاس
کیسا لگا سہرت او نہیں
ادب کی طینت میں لہجہ نیا
جمیل و فرو مند و مہیا جلال
غرض فرو ہے انہی انداز میں
کہ محبوب خالق نے بختا ہر نام
برساتے اسلام کا حبہ نور
ہر او فانیوں سال کا یادگار
یہ مطلب کہ یہ ماہ کامل ہوا
کہ ہر سال اگر وہ محبوب ہو
برس تین بیو سا تہہ کا اکیال
و عا پر کروں نظم کو مختصر
رہے پیر و شیخ خیر الانام
نہو دام اہل غرض میں اسے
حکیم اکبر میں دی زمانا اسے
رہنق اسکے سارے حق آگاہ ہو
جو محبوب ہو جگہ وہ چیز
رہیں اسکے فتح و ظفر و کرب
خلایق میں فیض کا جاری ہے
لے عیش جاوید و عمر خضر
لے گنج اقبال و عشق نبی
مر شاہ عالم کا محبوب ہو



حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

پیشانی کا ملکیت حق کا جام
کہ شانِ محبت ہی حسنِ نظام
وہ ہی جسکے تشبیہ میں وہ تو
مراد دلِ محبت سے سمو ہوا
اور ان میں کب تک ان کی
ایسا وسیلہ بنے عشقِ پاک
میر کی ہوس ہی نہودیر کی
نہ طاعت کر دین کسی غیر کی
وہاں ہے جہاں دس شاہ کو
کہ ملتی ہی جو اہلِ خلاص کو
نہ مغفرتِ جنت تا نہ گمراہ ہو
میں ہر دم موید میں اللہ ہو
کس قدر مدد میں ہر دم مجھے
غرض یہ کہ محبوب کے دی مجھ کو
ایں



ظہور

پلاساقیا بادہ بے خوف یم
 اسی سے کو تو راج طہر بنا
 بڑھا طرف کردی بجے منیظہ
 شفق میں سر بام چرخ کہن
 سیردن کو جانے لگے دھوپور
 سنہری ہوئیں موز کی چادرین
 کھٹے ہیں وہ کو ٹھون تلبہ پائین
 افق کی طرف غوطے بار بار
 چڑھتے فضیون چپ اہل صوم
 مبارک ہو اے طالبانِ صال
 یسکر ہوئے شاد پیر جوان
 میر نو ہوا جلوہ گرد ہرین
 سلامی کی آواز آنے لگی
 ہے افطار کی ہر طرف ہوم دہام
 ہوا اللہ صمد ولی کریم
 اسی حسابم کو موز کو تر بنا
 کہ دلی علی کل شئی قدیر
 ابھی جگمگاتی ہے کچھ کچھ کرن
 اندھیرا بھی جھانے لگا دور دور
 وہ اڑنے لگیں ہر چمکادریں
 لگائے ہوئے آنکھ پر دورین
 نظر کر رہا ہے ہر اک روزہ دار
 پکار رہی خلافت کو وہ خیر قوم
 دکھاتا ہو وہ تیغ ابرو ہلال
 مہر کا ہر سمت چھایا سان
 وہ بجے لگیں زوہدین شہرین
 شہانے کی دمن کیا جھا لگی
 اذانوں سے گونج اوطحی سنی تمام

مہر نو کی خاطر نہ ہست یر تک
 دکانوں پہ وہ لمپ جلنے لگے
 مہر نو کی کشتی پہ ہو کر سوار
 فیضیہ فارغ ہو کر پاکباز
 مساجد گہر کو چلے خاموش
 وہ بھونچے مکان پر صغار و کبار
 علی قدر حقیقت اہل دول
 سجا خوب رہ قہر حجت نشان
 پیرائے میں ہر سو ہوئی یہ پکار
 دم بدم حاضر ہوں برناؤ پر
 محل وجود و یوان خاص است
 اسی میں وہ سلطانِ غالی مقام
 منادی نے جھوٹ دی یہ غلام
 یہاں ہنر و یک تراک مقام
 دمان رہتے ہیں سکر اہل و فاما

بچائے رہا سرخ طلس فلک
 ستارے بھی دواک بکھلنے لگے
 اترنے لگی شام قلزم کے پاؤں
 اٹھانے لگا چرخ بھی جاننا ز
 رہہ نو نے جھک کر کیا وہ سلام
 وہ کچا پی کے فارغ ہوئے روزِ دہ
 سجانے لگے اپنے اپنے محل
 بنا کعبہ حیرت شک پر خان
 رہو اپنے سامان سے ہوشیار
 حضور شہنشاہ مہر
 دمان میر فطرت کا ہر بندہ
 کر لگا سویرے سے دربار عام
 خوشی کا پڑا شہر میں غلغلہ
 کہ جبکا دیار محبت ہے نام
 نہیں جانتا کوئی نام پر یا

مقام طرب قلند و شہر بھی	و مان کا ہر دارالخلافہ و ہی
عجب سرزمین رشک باغ ام	کہ کھاتی ہے نہبت اسی کی قسم
اسی ملک خوبی کا یکتا میر	کہ ہے عشق بازی میں ہر منظر
وہ محبوب اہل جمال و جلال	وہ مطلوب اہل کمال وصال
وہ سرکردہ اہل صدق و یقین	وہ سرمایہ فخر اصحاب دین
وہ مدوح اربا فضیل و کمال	ہر اک علم و فن میں عظیم الشال
تشنق کی مشق و سکو ہر صبح و شام	شب روز ہر محبت سے کام
جہان مل گیا کوئی عاشق مزاج	تو سمجھا اُسے فرق صحبت کا تاج
اُسی کی تو اضع اُسی سے کلام	اُسی کی ملاقات و خدمت مدام
وہ اقبال و دولت کا روشن چراغ	جسے صرصریخ و غم سے فراغ
وہ عالی گھر مالک تخت و تاج	یہاں سیر کرنے کو آیا تھا آج
وہ دایین کو باب الفرج کو قریب	فردکش ہے وہ خضر و خوش نصیب
اُسے راہ دیتے ہیں اہل صلاح	کہ عید آگئی ہے۔ اسی میں فلاح
یہاں سے روانہ ہوں کچلے پھر	سحر ہوتے ہی تا پہنچ جائیں گھر
یہ سنکر ہوا حرف رن بنظر	کہ دیکھن گے ہم بزم مہر منیر

خدا جانے کیا اس میں اسرار ہے کہ پھلے دو گلے سرو بار ہے

حضور

پلائے کہ صدقت فی کل حلین	اَلَمْ اَنْتَ نُوْرٌ مُّبِیْنٌ
چھکاوے کہ بیشک ہر تو اور وحیہ	کِتَابٌ قَدِیْمٌ وَّلَا رَیْبَ فِیْہِ
نہیں مستی عشق بارائے حسین	حَمَلْتُ ظُلُوْمًا وَاِنِّیْ اَبِیْنٌ
بسر ہو گئی لوشب انتظار	تَجَلَّی حَمِیْتٌ ہُوْنِیْ اَشْکَار
نجوم فلک جھلکانے لگے	چراغِ سحر ٹٹمانے لگے
قریب آگئی صبح ریشِ نفیس	ہٹتے خواجگا ہوں اہل ہوس
وہ ٹھنڈی ہوا اور تار و پکی چھان	نزولِ صفا کا وہ پیارا سامان
وہ شہنائیں سوہنی کی رہنِ نصیب	شعنائی سے وہ شادیاں نیکے زیب
کہنے کس لہو دل نہ ہر تان پر	کہ لے کر رہی ہر اثر جان پر
شیریلی صدا ہوش کہو دل لگی	ستاروں کی وحشت سی ہو لگی
بھری آہوئے شب نے بھی چوڑی	ہرن ہو گیا نشہ خواب بھی
عیان ہو گیا فرق مجھ و سرباب	روانی دکھانے لگی مع آب
وہ بوٹوں میں کلیان چکر لگیں	وہ شاخون پہ چڑیاں چکے لگیں

وہ شبنم نے چتر کا چمن پر گلاب
 نسیم سحر گل کھلائے لگی
 حسین ماتہ منھ اٹھکے وہونے لگے
 چلے ہندو اشنان کو سو گنگ
 وہ پو پھکے والے پڑھنے لگی
 پڑھی تھی جو پڑمردہ طفل نبات
 صنیا آسمان اترنے لگی
 اٹھا ہر طرف شور مرغ سحر
 وہ اللہ اکبر کی آئی صدا
 وہ سب اول وقت پڑھ کر نماز
 وہ مینا بھاری وہ کا کا تو
 عناول گلستان میں گانے لگے
 ہوئی آسمان پر وہ سرخی نمود
 شمعین دکھانے لگین وہ جھلک
 شفق میں بسنتی کرن صوفشان

نہ بجائے تاکوئی سر گرم خواب
 فضاے چمن رنگ لائے لگی
 صفائی کے سامان ہونے لگے
 وہ پھینچے کلیسا میں اہل رنگ
 صفاد مہدم اور بڑھنے لگی
 ہوا شیر صبح او نکو آب حیات
 نظر دور تک کام کرنے لگی
 پڑی چو نقتا صبح پڑ
 نہاد ہو کے مسجد چلے پارسا
 ہوئے محو تر تیل باسوز و سا
 ہوئے آکے شاخون پہ نغمہ سرا
 طیور رحمدل بھانے لگے
 بنا کا ان شجر حیرت کی بود
 ہوئی زعفرانی بساطِ فلک
 گلے ل رہی ہے بہار و خزان

وہ زردی ذری اور گہری ہوئی
 مٹلا ہوا گنبد ہر شجر
 چھپنے لگی چشم برناؤ سپر
 سوئے بزم شاہ شہر دادگر
 ادا کر کے رسم رکوع و سجود
 ہوا حرف زن شاہ نسخ لقا
 سنا انکو وہ ماجرا عجیب
 اٹھا حکم پاتے ہی وہ نیکنام
 الا ایہا القوم یہ شاہ دین
 ہوا ہے خدا جانے کیا تجربا
 جو عاشق ہوں جن و کمال اسکے
 کسی کو بھی دیکھا نہ جب بے ریا
 مگر خود نمائی نے یہ عرصہ کی
 جو آئینہ ہو خوبصورت بنے
 مگر بے ریا ہو وہ مردِ غیور

پھاڑو گئی چوٹی سنہری ہوئی
 برسے لگا ہر طرف آب زر
 وہ چمکا میرِ تخت مہر
 روانہ ہوئے لوگ باگ و سر
 پڑا سب نے اس شاہ دین پر دم
 کہ اسے صدر دیوانہ دار القضا
 کہ تا آرمین یہ اپنا نصیب
 مخاطب ہوا سو ہر خاص و عام
 بہت دن رہتا ہے غزل گین
 سمجھتا ہے کل دہر کو یوں
 وہ بندے ہیں تنہا کسی بات کے
 تو اپنا جمال آپ دیکھا کیا
 ضروری ہے صورت کو آئینہ بھی
 تماشہ گہم حسن صنعت بنے
 صفا چاہئے اسے کو ضرور

طبیعت میں محبوبیت کی ہو	کہ تاشکل آئے نظر ہو ہو
اُسے کھینچیں گولا کھیل نیاز	مگر وہ نہ چھوڑے رہ درسم ناز
غرض ہو نہ او سکود بدو نیکے	لے دو نون عالم میں وہ ایکے
اسی واسطے کر کے اتنا سفر	ہو شاہ اس شہر میں جلوہ گر
نہ رچاے تا عذر کچھ درمیان	نکالی ہے یہ صورت امتحان
وہ رکھا ہے جو بارِ مہر و وفا	نہ معلوم اس میں امانت ہی کیا
یہ ہے حکم جا کر اٹھا دُاُسے	اٹھا کر مرے پاس لا دُاُسے
تخل جسے ہو گا اس بار کا	بنے گا وہی آئینہ یار کا
غرض باری باری ہر اک پہلوان	اٹھانے لگا جا کے بارِ گران
تھکے زور کر کے وہ سب نامدا	نہ اٹھا کسی سے مگر زینہار
جو اُن پہلوانوں کا دیکھا یہ حال	ہو شاہِ دین کو نہایت ملال
بلا کر یہ امتحان سے پھر کیا	ابھی جل کے دفتر میں تو دیکھا آ
کہ حکم ازل ہے یہ کسے لئے	کس حق نے یہ جوہر اُس من لئے
یہ کی عرض اُس نے کہ عالم ہیں آپ	دو عالم ہیں محکومِ حاکم ہیں آپ
جو اسوقت چاہا کیا بے ریا	جواب چاہئے کیجئے بر ملا

ہے جملہ بد و نیک پر خستیار
 بفرمودہ شاہ عالی مقام
 دیارِ محبت میں ہے اک جوان
 سراسر وفا عاشقِ منیطیر
 مقامِ طرب کا ہے وہ بادشاہ
 سنا ہے کہ وہ خسرو خوش غل
 ہو حکمِ آفر کوئی نو جوان
 سنا یہ تو یک طلبِ زود تر
 پہنچ کر ہر نگِ بھارِ چین
 تری دید کا ٹھہر شتاق ہے
 نہ ہے تیری قسمتِ جواہرِ منیطیر
 یہ سنکر اٹھا وہ بجاِ شباب
 گمراہِ دنیا و عذابانِ بین
 کہا متفق ہو کے سب نے حضور
 دیا حکم شہر نے کہ جباؤ ابھی

کہ ہیں آپ شانِ خداوندگار
 ابھی دیکھ کر آ رہا ہے غلام
 ضیا بخش چشم و دل مستبدان
 ازل سے محبت کا تیری اسیر
 اٹھائے گا اسکو وہی رشکِ ماہ
 سوئے کعبہ خیر آیا ہے کل
 اسی دم روانہ ہو باغِ و شان
 ہوا گرم رو مثلِ برقِ نظر
 کہا خوش ہوا ہے منیطیرِ زمین
 جو ہر بات میں فخرِ آفاق ہے
 تو ہواستانِ بوسِ مہرِ منیر
 یہ چاہا کہ ساتھی بھی ہوں ہر گلاب
 ہر اک کام میں جیلہ پر دارِ بین
 مقامِ طرب کو ہے جانا ضرور
 مے سامنے اب نہ آؤ کبھی



مگر اس میں ہیں چند ہزار خاں اُنہیں کی طرف کر کے آخر خطا	کہ رکھتے تھے ہر وقت وہ خستہ ہوا حرف زن یوں کچھ مہربان
بیسی	
اری بیسی تو کھان جائیگی تری ہر ادا محب کو مرغوب ہے	مجھے چھوڑ کر سخت پچائے گی کہ تو باعث وصل محبوب ہے
نثارِ غم و حسرت یار ہوں ترے ساتھ سے منہ نہ موڑ لوں	اُنہیں باتوں کا میں خرید ہوں تو چھوڑ بھی لیکن نہ چھوڑ دوں گا میں
نہ چھوڑی کسی دم رفاقت مری جو دن آئے اچھو تو جاتی ہو تو	ہمیشہ رہی پیش خدمت مری رقیبوں کے جھانسنے میں آتی ہو تو
نہ دل سے بھلا تو مری چاہ کو حضورِ مین او سکی جو دم لوں گا	اری منہ دکھانا ہے اللہ کو تجھی کو وہاں نذر بس دوں گا میں
مری آبرو تو مری جان ہے نہ آتا تھا جو وہ سکھایا مجھے	مرا فقر ہے تو مری شان ہے سبق عاجزی کا پڑایا مجھے
ولائی سوئے صبرِ رغبت مجھے نہ سر کی کوئی لُحظ تو پاس سے	کیا ناز بردارِ حسرت مجھے ملایا گلے غرت و یاس سے

<p>رہی آج تک مجھ پہ تو مہربان مرا ساتھ دے جو ادھی چاہ</p>	<p>مجھے چھوڑ کر جا لیگی اب کہاں ملاو دن ابھی تجھ کو اٹھتے</p>
<p>درد و دل</p>	
<p>یہ کیسی کمی دیکھ اور دردِ دل کبھی اس طرف تھا کبھی اس طرف مرے دل پہ ہر نقش بہت نہی کرونگا تجھے پیش سرکار میں</p>	<p>ذرا اور پھلو سے ہو متسل بتا تو یہ اوٹھ کر چلا کس طرف بڑی خدمتیں کین ہیں تیری مرے ساتھ چل تو بھی دربار میں</p>
<p>سوزِ محفل</p>	
<p>ذرا اور سوزِ محفل دل جلا نگالی یہ تو نے کہاں کی طرح نہ چھوڑ دن گا تجھ کو کسی طواریج</p>	<p>یہ کیا سوزِ محفل ہے کہ تو بھلا تجھے دل میں رکھا ہے جان کی طرح دل زار کو تو بھلا اور آج</p>
<p>مصیبت</p>	
<p>مصیبت ذری دیر تو صبر کر جو منزل پہ آیا تو جاتی ہے تو گریبان ہے تیرا مرے ماتہ تاج</p>	<p>رہی مدتوں تو مری ہمسفر ذری دیر کو دم چراتی ہے تو ذری چل کہیں تک مرا ساتھ تاج</p>

بناؤنگا تجھ کو میں اپنا لباس ہے جانا مجھے ایک سلطان کی پٹاں

غَمِ حُجْر

یہ سب درکنار ای غمِ حُجْر آ کہ تو ان مصائب کے پیشوا
تو مجھ کو گرامی تر از جانِ ربا کہ تیرے ہی دم پہ یہ سامانِ ربا

سامان

ہر اول ہے نالہ علمدار آہ فغان کو سس زن آرزو گروہ

سیاس

دل و جان کے او سکے ہزاروں سپاہ کہ جس نے کرم یہ کیا بقیاس
ویا اور جو دے سب احسان ہے کہ میں او کا بندہ وہ سلطان ہے
وہ ہر کون غم جس میں لگتے ہیں میں خوش ہوں اسی میں گیت ہیں
لہ الحمد اسی ساز سامان سے کسی در پہ جاتا ہوں میں شایہ
نظر آئی اک بزم آراستہ بزمِ گلابِ عروسانِ نوخاستہ
ادب و سکادربانِ محافظِ جلال اڑے جس سے کٹر کے منہ خیال
وہ ان فطرۃ اللہ صد کبر تکریمِ کرمِ عدلِ قدرتِ وزیر
وہ ان کترین چاکر اقبالِ وجاہ ہر اک امر کا منتظم غمِ شاہ

بصد غم و تکلیف ہم سخت ناز
 پس از حمد و تسبیح و تقدیس و شکر
 گر خاک پر عجب سحر منطوق
 بہ آہستگی حسن انداز سے
 سنگا کر ملا عطیہ قدس کیا
 سنگا یا بیت عقل کا لعل
 لگایا گلے پہ نیریز
 کہا اُس سے اے مہمان عزیز
 ہوا اگر مئی راہ سے کیا یہ حال
 وہ بولا کہ شاید یہی ہو سبب
 ہوا مضطرب و محبِ سرِ عالی و قاف
 قسم دیکے پوچھا وہ بسترِ را
 مجھ جب سے اس لاگ کا خیال
 اسی سے خیالی محبت رہی
 مگر دل سے کہتا تھا میں بار بار

وہ بیٹھا ہے شاہنشاہِ بے نیاز
 ہوا باوہ شوق سے غرقِ سکر
 اٹھا خود اٹھائے کوہِ ہیر
 بٹھایا او سے گو دینِ ناز سے
 کہ سکتے سے فارغ ہو وہ گلزار
 نہ تدبیر کا کچھ اثر جب ہوا
 غشی میٹ گئی بوڑھو لدا سے
 مرے یوسفِ مصر و جانِ عزیز
 ہوئی خود بخود جو طبیعتِ نڈھال
 یہ تباہ کئے کیوں کیا ہر طلب
 کہ شاید نہیں قابلِ اعتبار
 تو کہنے لگا وہ سراپا نیاز
 میں دیکھا کیا خواب میں خیال
 زمانے کی صورت سے نفرت ہی
 تو اس شکلِ وہمی پہ کیوں ہر شمار

نہ اتنا کسنی ہر نہ دیکھی کہین	نقوڑی یہ کوئی صورت نہیں
وہی رہتی ہر واہمہ سر دو چا	پسند آگئی ہر جو شکل ایک بار
مگر عشق صادق ہر کچھ اور چھوڑ	تحکین خوب سمجھ کے عقل و تہنہ
مے شوق سے جام دل پھر	یہ درپردہ اپنا اثر کر گیا
مگر آرزو تھی کہ جلا دیتی	زبان پر فغان تھی نہ فزاید تھی
کہ ہوں آج اسی شکل کا میہان	عجب و سکی قدرت عجیب کی شان
کہ اک دہم کا ہو یہ کامل ظہور	نہ کیوں لوٹ جاؤں نا صبور
کہ آج آپ نے خود بلایا مجھ	مقدّر نے یہ دن دکھایا مجھے
جگہ دی مجھ پر آغوش میں	میں بخود تھا لائے مجھ ہوشی
کہ بندے پہ یہ رحمت بیقیاس	کردن کس زبان سوا داس
مگر تکیہ حضرت کے افضال	میں ناچیں ہوں ایک دنے بشر
جو کہے گردن اب بصدق نیاز	بہر حال اسے شاہ گردن فرما
مجھے اسکے قابل بنالنگے آپ	کہ جو کچھ کہیں گے کر اوین گے آپ
وہ رکھتا ہے جا کر اٹھا لایا	کہا مجھے نے ایک بار گران
ہوئی دست بوسی ظفر پر گواہ	یہ سنکر اٹھا چوم کر دست شاہ

پہنچ کر قریب اس کے وہ کامران
 کہایا الہی قوتی القدر
 خدا یا تری ماہیت تو ہی کیا
 کریم اور ہر وقت میرا رفیق
 میں کیا مانگوں دیتا ہے تو طلب
 تجھے مانگوں تو یہ نہیں منہ مرا
 اِذَا دَاعَا عِیْنِی فَاَنْتَ الْقَرِیْبُ
 ہو کچھ کام کیا مجھے ناکام
 مری تاب کیا جو اٹھاؤں یہ
 تو چاہے تو کل جزو ہو جزو کل
 غرض میں نے اب خود کو سو بیا تھر
 محمدؐ سا ہسم کو دیا دستگیر
 یہ کہہ کر اٹھا یا وہ بارِ گران
 سرِ دوش رکھ کر اسی میں پیٹیر
 اُسے کھول کر شاہِ گردنِ چشم

مخاطب ہوا سوئے ربِ جان
 تو ان بخش ہر ناتوان و حقیر
 نہ جانا کسی نے بھی تیرے سوا
 تو مجھے زیادہ ہی مجھ پر شفیع
 نہ مانگوں جو کچھ تو ہے ترکِ ادب
 نہ طاقت کہ ہو کر رہوں میں ترا
 وَمَنْ جَاعَ بِالْقِدْرِ اِنَّكَ مُجِیْبُ
 یہ اُمید ہی تیرے اکرام سے
 مگر تو ہے قادرِ خداوندگار
 اسے لچلون ماتہ پر شکل گل
 تو جانے ترا کام کیا غم مجھے
 وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر
 ہوا غل کہ اُجھٹت اسی نوجوان
 ہوا جا کے پاؤں میں میرے
 یہ بولا کہ دیکھ لے سین ہی کیا رقم

نوشتمہ ہر اس میں جو آواز نین پڑھالیکے اوسکو بصدقہ اٹھائے یہ بارگراں جو کوئی کہا اُسے اس میں بنیں کچھ پی کیا مہر ہے جو ان جہی ابد تک تجھے اے سہرا مال	اُسی عہد نامہ کا تو ہے امین لکھا تھا کہ اے عاشق رویار محبت نہ رکھ کسی غیر کی خوشی سے ہی یہ شرط چھو تھی اس بار میں بس امانت ہی سبارک ہو یہ دولت ازوال
---	---

عید گاہ

کہان ہر تو اے ساتی میفرش مے وصل جانان سے دیو بھر کے جام زمانے میں تائے گساری رہے چڑھادین کرن چلب لانی لگی لگی راست ہوشامون کی صف کس رشاعی پکڑ کر شتاب چلے بنیظیر اور محسن مسلمان بھی شہر کے خاص و عام	وہ مے و نہ عم کار ہی کچھ پیوش کہ خالی ہوتا شیشہ تنگ نام ترے مست کا دور جاری رہے کڑی دہوپ تیزی دکھا دی لگی اقامت کی ٹھری غرض ہر طرف سربام وہ چڑھ گیا آفتاب ہوا ساتھ اون کے گروہ کیش فرام ہوئے عید گاہ میں تمام
--	--

<p>ہونی راست صف وہ آقا ہونی دعا پڑھ چکے ساری پیر و جوان</p>	<p>دو گانے سے بھی کوفراغت ہونی پکارا سرسبز وہ خطبہ خوان</p>
<p>خطبہ</p>	
<p>لک الحمد یا حی یا ذوالجلال تو موجود ہر شے میں پھر کچھ نہیں صفت میں نہ پہنان نہ تو ذرا بیشیش جھٹ مگر ہر طرف تو شاد و غفار و فردوسِ سلیم غریبوں کا آفت میں فیادرس جسے چاہے تو اسکو چاہیں بھی تراشکر اے صانعِ بالکمال دیا ایک ہی تختہ کو یہ اثر بھرے دو دنوں عالم بد و نیک یہ الوان و اوضاع کا اختلاف شب و روز بچھ نامہ و مہر کا</p>	<p>ظہیرِ کائنات فی کل حال کسی جا نہیں اور پھر سب کہیں مگر حاصلِ نطقِ ہر بات میں ہر تیری ہی جو ان نظر ہر طرف تو معبودِ برحق غفورِ رحیم دمِ یاسِ مظلوم کا دادرس اگر تو بنا ہے نہ باہن بھی کہ انسان کو بخشا یہ جن و جال زمین پر شجر ہو شجر میں شمر کہ پہچان ہو ایک کی ایک سے دیکھا تا ہے آئینہ قدرت کا صاف تری عینِ حکمت کا ہر اقتضاف</p>

<p> جداگانہ اشکال کی ہستین نئی روح چھونکی ہر اک چہرین محبت سے روشن کیا جان ہیام کو پابند سیرت کیا ترقی کا ہسکو دیا اختیار ہر اک مصلحت میں ہر نفع عظیم پھر اسپر بھی کین تو فوہ جہتین ہدایت کی خاطر سو خاص عام ہر اک قوم کو ایک رہبر دیا وہ جلوہ نہ کیوں پھیلے دہرین وہ محمود و حمید رسول کریم وہ شمع و دو عالم وہ نور ہدی وہ راست اہنوں نے دکھائی ہوئی آب رحمت سہا و خلق بتایا جہان کو محمد کا نام </p>	<p> ترقی صنیع کامل کی ہستین رہین تاکہ محصور تیس زمین کیا اشرف الخلق انسان کو بشر کو دیا فطرتی حوصلا زہے رحمت اسی خداوند گار فَلَا رَيْبَ اَنْتَ الْغَفُورُ الْحَكِيمُ جنھیں دیکھتے ہو گیدین بدین روانہ کے انیسے کرم محمد سامہ کو ہمید دیا خدا جانتا کون کس حسین وہ عین محبت وہ عین النعیم وہ مقصود کون و مکان مصطفیٰ برائی بھلائی بتائی بہین کہ تھی تشنہ کامی سے تیا خلق کیا آکے خود دہر کا نظم </p>
--	--

تمدن کی شکلیں کہا میں بہن
 مٹا کر وہ اگلے رسومِ نفاق
 وہ فخرِ عرب فخرِ عجم
 وہ ختمِ الرسل شاہِ امتی لقب
 وہ عالی نسب سیدِ الانبیا
 جلیل اس قدر وہ کہ رفقِ سوا
 وہ امت کے عاشقِ فریقِ برق
 یتیموں کے غمخوار بکس کے یار
 امیر و مساکین کے سچے ظہیر
 وہ فرمانِ وہ ملکِ عز و جلال
 انھیں کے رفیق اور وجہِ سکون
 وہ پیارے کے پیارے و جانِ مکن
 دو عالم کے سلطان چاروں وزیر
 گیا دور یہ بھی تو اسے امام
 نہ تھے کوئی ذاتِ نبی سے جدا

ترقی کی راہیں بتا میں بہن
 دکھائی بہن صورتِ اتفاق
 اولو العزم و ذی جاہ و عالیِ نعم
 وہ سرمایہ نازِ ملکِ عرب
 وہ تاجِ سیادت حبیبِ خدا
 جمیل ایسے محبوب پروردگار
 وہ ہر قوم و ملت کے صلحِ شفیق
 مریضوں کے راندوں کے تیمار و
 خدا کے وہ پیارے بشیر و نذیر
 عدیم النطیر و عدیم المثال
 وہ قمرِ نبوت کے چار و ستون
 خلافت کی زینتِ امامتِ کموز
 وہ نفسِ نبی اور ہر دمِ شیر
 دل و جانِ زہرا علیہا السلام
 وہ محبوبِ حق تھے یہ نورِ خدا

جو انانِ حُبّت کے سرور وہ
 ہوئے اُنینِ فی الجملہ بارہ امام
 وہی نور ہوتا ہوا منتقل
 بنی کے وہ پیار خدا کے حبیب
 امامت کو گلشن کو تازہ نہال
 وہ در بڑھ کے کعبہ سے توفیقین
 وہ خاکی اہل باطن کی نگہ کا نور
 جمال انکی صورت پہ ہر دم شاد
 علی کے وہ نختِ جگر نور عین
 کرین پھر نہ کیوں وہ دو عالم کو
 کسی پر اگر اک نظر ڈال دین
 کہاں اب کوئی ایسا روشن باغ
 محمد کے پیارے وہ جانِ تہل
 وہاں بادشاہوں کا ہو کیا گزر
 وہ شانِ علائکے کیا فہم میں

خدا کی خدائی کے مختار وہ
 رہا ایک کل دور بالائے تمام
 ہوا شاہِ جیلانِ پھصل
 وہ جس قریب اس سرِ حقیقت
 پھلا چھو لار کئے اُنحینِ الجلال
 ہر فرق انکی خاک اور اکیسین
 کہ چکے تصویر کوری ہو دور
 جلال انکی سیرت کا خدنگزار
 حبیبِ سن یادگار حسین
 کہ ہوتے ہیں ایسی ہی شیر و شیر
 تو خدمت گزاری کو اقبال دین
 کہ روشن کیوں لاکھوں گھر کے چلغ
 زمانے کے سرتاج آلِ رسول
 کہ جس جا ملائک کو جلتے ہیں پر
 سائے نہ جو عقل عینِ ہم میں

وہ رحمت وہ محبوب پروردگار	یہ تینوں کچوالی غریبوں کے یار
مرے شاہ عالم کا اقبال و جا	ترقی ہو و سب دم یا الہ
انہیں کار ہے نام جاسخن	انہیں کی محبت کی ہو کونین
یہی فیض جاری ہواں کلام	علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام
اٹھے اسکے خطبہ صغیر و کبیر	لے بنیلمیر اور محسنیر
ہر اک شخص پھر عید ملنے لگا	بہم شانہ شانے سے چھلنے لگا
وزی ویر کے بعد وہ خوش سیر	روانہ ہوئے سب کے لب پہ گہر
سیر شام پھر شہر سے بے نظیر	گیا سوئے خرگاہ مہر منیر
وہ دریا جہان خیمہ زن تھادہ شا	یہ دیکھا کہ پھرتی ہیں موجیں تبا
وہ جلسہ وہ مطرب ہ ساتی نہیں	ہوا پر پرندے وہ باقی نہیں
وہ نگینہ و شامیانہ وہ فرش	وہ کرسی طلانی وہ تابندہ فرش
وہ ہاتھی وہ گھوڑے وہ جم غفیر	وہ شاگرد پیشہ اسیر و وزیر
کہ ہر سبک سب یہ رسالا گیا	زمین کہا گئی آسمان کھا گیا
کہ اتنے میں اک شخص آباد	دعا دی رہی بخت و دولت جوان
یہاں سے گئے جب سو عید گاہ	تو یہ کہہ گئے تھے سران سپا

<p> وہاں سے پلٹ کر نہ ٹھہریں گے اب اوہر سے جو لوٹے اور ہر جلدیے مگر ساتھ مجھ کو نہیں لے گئے کہ اے شوق آئے اگر نہیں ملے اسی شہر میں کر تو اپنا قیام تجھے خوب جہاں مالین گوہر بہت میں نے پوچھا یہ اس نیک نام سنایہ تو وہ بے نظیر حسین مگر جب فرمان مہر نہیں کہا اور لوگوں سے بہتر جواب وہاں ہی جو میر سعادت دیر بہت دید سُن کر یہ فرمان شاہ وہاں جا کے پہنچانی جب خیر رفیق اور اجاب اور اہل شہر رہا کچھ دنوں تو یہی کاروبار </p>	<p> جہازوں پہ ہو بار اسباب نہ معلوم پھر وہ کہ ہر جلدیے یہ فرمان پہلے ہی سے دے گئے تو کہنا یہ ہر حکمِ مہر نہیں یہیں رہے گا پیام و سلام تو پھر پاس اپنے بلالین گئے ہم بتایا نہ کچھ بھی نشان و مقام ہوا ہجر سے سخت اندوگین مع شوق اسی جا رہا جاگیر روانہ ہو سوئے مقامِ طرب دل و جان ہوا اسکے فرمانِ پیر چلے جانبِ قلعہ و جنبِ خواہ عزیز و اقارب چلے دوڑ کر گئے زود تر زود سلطانِ دہر کہ آتے رہے روزِ اہل دیار </p>
--	---

مگر دید کو جب ترسنے لگے بہ کثرت ہوئے جو مسافر مقیم سخن سنج عشرت ہوا ہر پیشتر کچھ ایسی نبی ہی کہ خاموش ہے	وہیں لوگ جا جا کے بسنے لگے وہاں بس گیا ایک شہر عظیم ہر سکتے کے عالم میں پر منتظم تجارت سے وہ خود فراموش ہے
---	---

خواب

پلا ساقیا جامِ حُسنِ نیاز وہ مئے دے کہ نازا سکا انجام ہو بزرگِ خمِ شوق بھرو مجھے وہ پھوٹی گرنِ صنو بکھر لگی تجلی ہوئی گرمِ رواست در چرانے لگے اپنی آنکھیں نجوم شعاعوں کا جھڑٹ سہر موج آب ہوا عارضِ ماہ پر تو فگن منہ کا سا ہونے کی ہر رات کہ بیار ہے تظہیرِ حنین	کہ عشقِ مشعل ہے نیزنگ ساز ترا نام ہو اور مرا کام ہو غرض یہ کہ اپنا سا کردی مجھے یہ لو چاندنی کھیت کرنے لگی کہ اڑنے لگے آسمان پر شرر ستاروں کا ہونے لگا کم ہجوم دکھانے لگا برق کا اضطراب رو پھلا ہوا صحنِ چرخ کہن پہ در پیش ہوا کئی واردات تنفس کے باعث ہل کے تیرن
---	--

مرض کو سببِ حالِ خراب	اطبانے بھی دیدیا ہی جواب
قیامت کا ہر رنج مان پاپ کو	کہ مڑوہ سمجھتے ہیں وہ آپ کو
اسی کشمکش میں گئی نصف شب	تو لو اب ہوا اور تازہ غضب
غشی ہی میں کیا دیکھتا ہر وہ ماہ	کہ اک باغِ رنگین ہر پیشِ نگاہ
وہ گلزارِ بے خازنِ بہشت	زمین اسکی رشکِ زمینِ بہشت
بلا کا وہ آراستہ پر فضا	کہ زنجیرِ پاموچ بادِ صبا
بیان اسکا آؤ زبان تک اگر	اُسی دم لبِ خشکِ عاشق ہوں تیر
کہیں لالہ و گل کہیں یاہن	طربِ خیز ہر سو بجا رہیں
نشاطِ آفرین شورِ بلبل کہیں	سُرتِ فزا خندہ گل کہیں
جو ناکام جائے اوہرے نکل	ابھی آئینِ شمعِ تہمتانین چل
قدم بوسِ اشجارِ بادِ حبار	طراوت لبِ برگِ گل پر تبار
گلاب اور کیوڑے کلہرینِ روان	روش پر چھالی ہوئی زعفران
ملا دو دھرمین مشک و عنبر کہیں	اُسی سحرِ سنیچی ہوئی گلزمین
وہ چاروں طرف چادرِ آشبار	وہ فواروں کی چاندنی میں بہا
جائے مہی برگِ سوہن تمام	بسا سنبیل ترے گلشنِ تمام

وہ کلیون کا ہرمت جوشِ منو
 وہ ہر شاخِ سرست صہبا عیش
 چار و صنوبر عجب سایہ دار
 کہیں سرو و شمشاد سایہ نکلن
 اگر دیکھ لے اسکا سبزہ کہیں
 کھیلے میں وہ ماندون میں گلہاتر
 جواہر کے گملے لب آب جو
 کہیں ارغوان سر کہیں موتیا
 کہیں مست کن کا منی کی شمیم
 لب گل کے وہ قہقہے ہر طرف
 وہ خوش رنگ پھل زینتِ شاخا
 وہ پتی کچھلے سے لطافت فریب
 بنفشہ ریاحین سیوتی گلاب
 ہر اک رنگ کے پھول پھول ہو
 کہیں روانہ رز چمکتے ہوئے

تبسم وہ غنچہ آرزو
 کھلین جکے دیکھے سر گلہا عیش
 کہ ہر شاخ پر جکے طوبے تار
 کہیں جلوہ آرائیخِ نسترن
 ابھی سبز ہو شاخ گاؤ زمین
 نظارے سے جن کے ہوتا زہ نظر
 قرینے سے رکھی ہو موی سوسو
 کھلے پھول ہر رنگ کر جا کیا
 کہیں عطر سا کاروانِ شیم
 غا دل کے وہ چہچہے ہر طرف
 ہن روشن کنول یا جواہر نگار
 کہ گوشِ گل حُن کی جن زریب
 ہزارا چینی گل آفتاب
 حوادث کو یک نخت بہو ہوئے
 ثریا سے خوشے لگتے ہوئے

نئی وضع کے بھی بہت پھول پھل
 بحر ارض میں وہ سفید انگبین
 زمین عنبر و مشک و کافور کی
 مکانات ہر سو مصفا رشیع
 روان ایک دریا ہی پائین بلغم
 جد ہر رو میں ہتی ہر وہ سلسیل
 ٹہلتا ہر او سپر وہی سمیر
 اوہ یہ بھی ہر اک روش پر روا
 بلاتا ہر اسکو وہ شاہ زمیں
 تنقش سے طاقت نہیں بوجہ
 یہ دیکھا تو جسم اسکو اتنا ہوا
 پکڑ کر میر دست بولا کہ مان
 اسی دم شفا ہوگی اس نصیب
 معاً ایسے وہ اسم عالی پڑھا
 ہوئی گفتگو کی جو طاقت اسے

خزان کے معویات برخل
 کہ جو رشک ستیم و ماء معین
 لیے شاخ گل مشعلین نور کی
 دل اہل ہمت کی صورت پیش
 کہ دیکھے سے جکے ہوتا زہ و ماغ
 ہر قلم سے محکم اوہر کی فیصل
 وہی تاج محبوبیت فرق پر
 مگر شدت و رد سرب پہ جان
 یہاں ضعف سے کانتا ہر بدن
 مگر دیکھا ہر جہ چشم پر آب
 خود آیا اوہر سکر اتا ہوا
 ان الفاظ کو جلد کہہ میری جان
 کہ یہ اسم اعظم ہر میر عجیب
 اثر بھی نہ اُس عارضے کا رہا
 کیا مود و صد غایت اسے

کہا یہ کہ شائق ہوں کچھ سنا
 یہ نکر کے لگایا اسے
 گرایہ بھی قدموں پہ اختیار
 اٹھا کر سر اسکا کہا احسین
 ہمارے وطن میں جو آئے گا تو
 یہ کہہ چلا ہی تھا وہ رشک گل
 نہ وہ گل وہاں ہو نہ وہ گلستان
 مگر وہ پرزاد خاموش ہے
 جدائی میں گزرا جو رنج و ملال
 ہوئی درد و غم سے جو حالت تباہ
 تمہیں کوئی ڈھونڈی تو پاؤں کہا
 تمہیں کس طرح مایہ میں پاؤں گا
 دکھاؤ گے پھر رو انور تو کیا
 یہ سچ ہی مری کیون خبر لو گے تم
 نہ معلوم تم چل دے کس طرف

پڑھے اسنے اشعارِ نو بر ملا
 محبت میں اپنی چھنایا اسے
 کرے تاول و جان و ایمان بنا
 ٹھٹھرتے ہنیں ایک جا کہیں
 مراد صل کا پھر اٹھائے گا تو
 کیا ایک گئی آنکھ سے کھل
 نہ اس عارضی کا کہیں کوہستان
 تصور سے اسکی ہم آغوش ہے
 قلق جی کو ہر دل پہ صد کمال
 یہ کہہ کہہ کر و تا ہو وہ رشک ماہ
 کہ ظاہر ہنیں کچھ بھی نام و نشان
 اسی غم میں اک روز مر جاؤں گا
 مرے بعدائے لحد پر تو کیا
 نہ جیب تک کہ پامال کر لو گے تم
 مگر ان جوانا کبھی اس طرف

مری بیکیسی یاد کرنا ضرور
 جہان ہو سلامت رہو باور
 ہزاروں تھین ہم سیلجائیں گے
 جہان جمع ہوں سیکڑوں باور
 چلو خیر تم خوش رہو آچکے
 گیا جو اسی غم میں جی سے گزر
 ہر اک طرح کا رنج و تیا خدا
 مرض ہی تھا سخت سے تہہ مخور
 کوئی جی سے جائے کہ برا ہو
 تھین عیش و عشرت کفرت کفر
 جو ہوتا میں شایان عشق و غیور
 میں گو بدترین زمانہ ہوں یا
 جو ہوتا مرا اختیار یہ کام
 جو اپنے گئے کی نہیں تکللاج
 جو گدے کی دل پر گزر جائیگی

مری قبر پر پاؤں دھرنا ضرور
 خدا تم کو رکھے دو عالم میں شاد
 مگر کوئی متسانہ ہم پائیں گے
 وہاں کون کرتا ہی بکس کو یاد
 سزا دل لگانے کی ہم پاچکے
 مرے حال کی کون دیکھا خبر
 مگر تم نہ ہوتے نظر سے جدا
 زیارت تو ہوتی مقرر مجھے
 مگر تم تو اغیار میں شاد ہو
 کسی کی خبر لو یہ جہلت کہان
 مجھے پاس اپنے بھاتے ضرور
 مگر اس میں کیا ہے مرا اختیار
 بناتا میں اپنے کو خسران نام
 تو ہوتا ہی جنت یہ بندہ بھی آج
 نہ تم تک مگر اب حسب جائیگی

<p> یہ مانا تھیں اپنی پرواہ کب یہ کہہ کہہ کے روتا رہا وہ قمر تو دیکھا وہی رہن صبر و شوق یہ فرما رہا ہے کہ اس بے نظیر دم صبح تو لکیر کے نامہ شتاب جزا کے نہیں یہ کسی کی مجال یہ فرما کے وہ شاہ عالی وقار کھلی آنکھ پھر تو وہی ورتھا اُسی بقیہ ری میں اُٹھ کر شتاب بتایا پتہ اسکو سب ہمیش و کم </p>	<p> ہمارا بھی اللہ مالک ہے اب مگر آگنی نیند پچھلے پھر کہ یوسف بھی مین جک حلقہ گروش مین ہون وقتہ القدس میں جاگمیر اُسی شوق کو دیکھ لائے جواب کہ اس سمت آنے کا لاؤ خیال نگاہوں او جھل ہوا ایک بار بدن گرم لب پر دم سرد تھا جگا کر کہا شوق سو حال خواب کیا حال دل خط میں پھریون قم </p>
<p> امیدوں کے غنچے مرادوں کے پھول کلی حسرت دل کی مرجھا گئی ہی دل کی دل ہی میں ہی مرے بعد پھر سیر ہی سیر ہے </p>	<p> مری جان و دل کو چین کے حصول تم اب تک نہ آئے بھارا گئی صبا فریادیں مرے رخ کارنگ کہان تک یہ شب کچھ تھیں خیر ہے </p>

<p> جو بسمل نہو گل کو پوچھے گا کون دل و جان کو دیتا ہی کیا کیا ملال کہاں تک رہے دل میں حشر نہاں تھیں کب ہو میری خبر دیکھے کہ پہنچا دے تا گوش گل یہ پیام اڑا تا ہوں اب تک گلستاں کی خاک مرے غنچہ دل کی تصویر ہے کبھی یہ کھارو کے با چشم تر مرا رشک گل خندہ زن ہو جان گریبان درمی رنگ لایگی کب تمھاری ملاقات کا اشتیاق قرار ایک دم قلب لیتا نہیں لب زخم دل چارہ گری سچکے کہیں آنے جانے سے معذور ہوں کوئی شکل و سبب اب کا نہیں </p>	<p> جو بسمل نہو گل کو پوچھے گا کون تمھاری تمنا تمھارا خیال کہاں تک کرے کوئی ضبطِ فغان دکھائے کب لفت اثر دیکھے صبا سے یہ کرتا ہوں گا ہر کلام گریبان کیا دستِ مشتِ چاک جو غنچہ گلستان میں دلگیر ہے کبھی چاک و امان بربگِ سحر نسیمِ سحر تو ہی خنچا و مان یہ وحشت کسی سے ملا لگی کب تمھاری محبت تمھارا فراق گھڑی بھر مجھے چین دیتا نہیں یہی حال اگر ہی تو ہم جی چکے میں اس پر بھی ہر طرح مجبور ہوں دل مضطرب کو سنبھالو تھیں </p>
--	--

مین کیا چیز ہوں میری لفت پر کیا
 جو اپنا کہا ہے شکایت نہو
 تمہارا ہی جلوہ ہے کوئین مین
 کہان ہو تم ای میرے محبت پر
 رخ پاک اپنا دکھاؤ مجھے
 کبھی بلبلوں سے ہے گفتگو
 گلون کی حکایت سنانا اُسے
 جو اے سبز آئے مراد رہا
 جو اے خار آئے مراد شک جہا
 کبھی ہے یہ سوچ میرا کلام
 یہ کہنا کہ اے باغ وں کے بہا
 تری دید کا کوئی مشتاق ہے
 کبھی ہر زبان پر مرے یہ سخن
 لبِ برگ گل تو ہی کچھ بولنا
 تو سبیل ذرا سیر لانا ضرور

تمہاری طرف سے ہر ساری فنا
 محبت سے مجھ کو ندامت نہو
 تمہارے ہی دم سے ہیں چین مین
 کہان ہو تم ای دلیر بے نظیر
 کہیں یہ نہو پھر نہ پاؤ مجھے
 چمن مین جو آئے مرا لالہ رو
 مرا دلِ حسرت دکھانا اُسے
 تو کہنا کہ اس درجہ پا مال تھا
 مری لاغری تو دکھانا ضرور
 کہ اس گل سے تو عرض کرنا سلام
 تر آسنا دونا ہو لیل و نہار
 اُسے تیری دُوری بہت شاق
 جو گلشن کو آئے وہ غمخیز دہن
 صبا تو ہی عقدے مری کہو لہنا
 پریشان خیالی دکھانا ضرور

رخِ ارغوان ہو کہ رنگِ بھا
 مین سینچا کیا اشک سے باغ کو
 بہاراتِ دین میں برنگِ حنا
 چمن میں جو دیکھا گلِ نسرین
 جو قمری کی فریاد ہے کو بہ کو
 غرض ہو تھیں تم گلستانِ مین آج
 ملو تم تو مجھ سے زمانہ ملے
 تم آؤ جو اسے شاہِ عالی مقام
 کہ تم کشورِ حسن کے ہو امیر
 چلا شوق جو نامہ لیکر آؤ ہر
 نشانِ قدم دیکھنا بہا تھا
 سفر آؤ پسر بھی تازہ ستم
 مگر وہ اسی دھن میں بڑھتا گیا
 گیا تھا آؤ ہر شوق جس راہ سے
 گھر آؤ شست و شست میں وہ پاک آ

مرے اشکِ خونین کچھین یادگار
 تر و تازہ رکھا ہر اک داغ کو
 ہوں سرسبزِ بخون ہے دل ہر
 تو یاد آگیا بھول سا وہ بدن
 تمھاری ہی اسکو بھی حیرت جو
 لیا تاج دارانِ گلشن سے باج
 محبت کا سارا حسن زانہ ملے
 لٹا دوں ابھی نقدِ جان میں تمام
 ریاضِ دو عالم میں ہو فیض
 ہو اچھپ کے وہ شاہ بھی رہ سپر
 وہ اک دشتِ چھول میں جا پڑا
 ہوانے مٹائے وہ نقشِ قدم
 ہم آہنگِ دم و دین بھی چڑھتا گیا
 وہ رستہ بھی لو چھٹ گیا شاہ سے
 خدا ہی نکالے تو اب ہو نجات

<p> کہ اڑتے ہیں ذرے برنگِ شر و کہتی ہوئی وہ ترسیلی زمین کہ ریگ بیابان کی حالت تباہ بھری مشک بھی سوکھ جائی تو پائے نگہ میں پڑیں ابلے بلندی سے جھن کر گرین خاک مقرر ہیں وہ نخل خرمائے تر ہوا جا کے سائے میں جاگزن کہ تباہ کون اب رہ کو پائے کہ غائب ہوا خسرو دادگر ہوا خواہ میسر سعادت و زیر </p>	<p> ہو این تمازت کا ہے یہ اثر نہ سایہ نہ سبرہ نہ پانی کہیں وہ نواور گرمی حسد کی پناہ زمین پر اگر رکھ دے لاکر کوئی ذرا بھی اگر اسطرف کو اٹھے پرندوں کا ہوا اس طرف جو گزر وہ آتے ہیں کیا اونچے اونچے نظر اسی سمت آخر وہ سلطانِ دین طبیعت کو لکین ہے سخت انتشا مقامِ طرب میں اڑی یہ خبر چلاؤ ہونڈھنے کو بہ فوجِ کثیر </p>
<p> کہ گھنگھو جھپائی ہو کالی گھٹا فلک پر وہ گھبر گھبر کے آیا سماجا پڑے مثلِ سیلاب شوقِ بہان </p>	<p> لگتا روئے جامِ مے سا قیا مرادے گا اب دورِ جامِ شراب وہ مے دی اڑوں شکلِ ابر روان </p>

شوق

جو سوکھی زمین پر ترشح ہوا
 گر جتے ہیں بادل چمکتی ہو برق
 گئی نیند اچٹ پانی کے شور سے
 ٹپکتی ہو بیٹنگے کی وہ اولتی
 ہوا زور سے چلتی ہے بار بار
 بنا ہے جو وہیٹن کا سا تباہان
 عجب لے سے پانی برتا ہوا آج
 ہر اک جھونک پر کیا نکلتی ہو نیند
 چٹانوں پہ کیا لطف نظارہ ہو
 صبا کے طپانچے جو کھاؤ ہیں آج
 چلی آتی ہو بدلیوں کی قطار
 دیوانہ مارا سوت چھایا ہوا ابر
 اٹھی شاخ گل سنبہ کو چوم کر
 نہیں ہوا بھی گوجھڑی کی بھا
 ہیں آراستہ بنر پوشان باغ

ٹھکتی ہو بوسندھی ہوندھی سی کیا
 ہوا صحن کا صحن پانی میں خرق
 یہی جاتی ہیں نالیان زور سے
 کہ ہے تار سیمین کی حلین پڑی
 چھپتی ہے کروں کے اندر چھپا
 ہوا سوت ارگن کا اسپر گمان
 کہ زاہد بھی مے کو ترستا ہے آج
 کہ ہر بوند پر خود چلتی ہے میند
 کہ جو بوند ہے ایک فوارہ ہے
 تو پودے سروں کو جھکاؤ ہیں آج
 ہوا کے ہیں گھوڑے پادول سوا
 فلک پر سیست آیا ہوا ابر
 برستی ہے کیا کیا گھٹا جھوم کر
 نہیں ٹوٹا کبھی بوندوں کا مار
 ہوا غسل سے ہر شجر کو فراغ

یکایک رُکی بُوند ٹھہری ہوا
 تر و تازہ ہر نخل ہے شاد کام
 رُکایں منہ بدلی ہٹی ہے ابھی
 وہ آمون کے اشجار پر سامنے
 وہ باغون میں جھولے پڑی مٹی
 اوہر کھ رہا ہے کوئی پی کہاں
 یہ ہے اس صدا کا اثر کان پر
 کہیں کوئی چلا رہا ہے کہ بان
 پروں کو سیٹے ہوئے وہ طیور
 ہوا زور سے چلتی ہے سرور
 ہے تشبیہ خامون کی یہ بر محل
 جو سیندور یہ اُنین ہیں بیشمار
 سپیدے جو شاخون میں ہیں بالعموم
 وہ ہلتے ہیں زرد آم جو سامنے
 پڑے ہیں وہ ٹپکے ہوئے بیشمار

نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا
 لبالب ہیں پانی سے تھا لہ تمام
 یہ ہے زیر اشجارِ عالم وہی
 کوئی کو کتا ہے بڑی زور سے
 وہ ساون ہی گانے لگے گلزار
 سنایہ تو قابو میں پھر جی کہاں
 کہ دل لوٹ جاتا ہے ہر تان پر
 ذرا دیکھنا اس گھڑی کسان
 درختوں پہ بیٹھے ہیں کیا دور دور
 تو ہلتے ہیں کیا آم وہ سرخ و زرد
 زمرود کے پتے زمرود کے پھل
 ہیں محل بدخشان بھی اُنپر نشا
 ہوئے آکے روپوش گویا نجوم
 نکلتے ہیں پکھراج کے قمقمے
 زمین ہو رہی ہے جو اہر نگار

چٹا برہمن دھوپ کے کچھ نشان
 وہ ہر شاخ پر کوئلیں بار بار
 ادھر سے اٹھا لو سپیہوں کا شور
 ہے قوس قزح پر جب لوہ گر
 ہوئی شوخ ہر رنگ کی اب بہا
 پڑیں زرد کرین وہ ہر برگ پر
 ہوا سے ہٹی ابر کی جو نقاب
 نہ وہ سیل ہو اب نہ اب گھٹا
 شکایت ہو گلیوں میں کھچ کی عا
 یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہوئے
 ہوئی رونق تازہ ہر کار میں
 کسان اور دہقان با یکدگر
 وہ بیلوں کو اپنے ہنکاتے ہوئے
 وہ کپڑے کھڑے ہزاروں اوہر
 وہ تالاب اڑتی تھی گل حسین گرد

پرندے بھی ہونے لگے پر نشان
 اڑاتی ہیں بیٹھی ہوئی کیا ملار
 اوہر تانین کیا کیا لگاتے ہیں مور
 ابھی تک نہیں آتا سورج نظر
 دھنک میں شعاعیں ہوئیں آشکا
 زمرود پہ چڑھنے لگا آب زر
 یکا یک ہو اجلوہ گرافتاب
 بھری ہیں مگر نالیان جا بجا
 پہ ہیں صاف بستی کی ٹکین نام
 چلے اب وہ دامن سیٹے ہوئے
 نکلنے لگے لوگ بازار میں
 گد ار اور ہل رکھ کے خود خوش
 چلے نٹ ملاری وہ گاتے ہوئے
 لگے رنگینے ہر طرف خاک پر
 نکل آئے سیندک دمان زرد و زرد

وہ کپڑے کہ جو سرِ خاک تھے
 سمجھ میں نہیں آتی کچھ اور بات
 ہو اس رو باغوں آنے لگی
 وہ اک قاصد آتا ہے فخذہ رُو
 سنایہ تو انجم صفت خاص و عام
 اسی طرح اسکو وہ سب سے پہ اس
 او بے کیا اُس نے گردن کو خم
 رہی روز افزون یہ جاہ و وقار
 دیارِ محبت سے آیا ہوں میں
 اجازت اگر ہو تو کھولوں زبان
 سنایہ تو نہیں کردہ شیریں بن
 مجھ کو یہ معلوم ہے داستان
 کہا اُس نے اے شاہِ روشن ضمیر
 جو کچھ راست ہے کھرا ہوں و حال
 تیرا عاشق زار و بے اشتیاق

وہ پانی کو پڑتے ہی سب جی طع
 مگر تھایہ بارانِ آبِ حیات
 لگا ہوں پہ خنکی سی چٹائی لگی
 کہ رکھتا ہے وہ مہر کی جستجو
 ہو ڈر گرد و پیش اُس کے کیا تمام
 گئے لے کے اُس شاہِ خوبانِ پار
 و عادی کہ اے شاہِ گرد و چشم
 بہ و مہر ہوں تیرے خد شکرار
 کسی کا خط شوق لایا ہوں میں
 کروں راہِ سربستہ سارا عیان
 لگا کہنے اے قاصدِ سحر فن
 مگر تو اپنی زبان سے بیان
 ابد تک رہی تیرا تاج و سیر
 کہ ہوتا نہیں ایچی کو زوال
 وہی بے نظیر گرفتارِ عشق

جو کچھ دن یہی اسکی حالت رہی
 جو بستر پہ ہوتا ہے وہ گلخدار
 جو تکیہ بھی رکھتا ہے کوئی بزور
 بچھاتے ہیں تختِ طلائی اگر
 جو لاتا ہے کوئی لباسِ نفیس
 مجھے کوئی کفنِ رنگا دیکھئے
 جو ہوتا ہے کچھ جامہ زیبی کا ذکر
 جو کہتا ہے کوئی چلو باغ کو
 جو سنتا ہے فریادِ بیل کا شور
 جو کہتا ہے کوئی غذا کھائیے
 کہا جو کسی نے کہ پانی پیو
 نہ کھانہ مپنہ نہ سونا اُسے
 ٹرپنا کبھی بسترِ خاک پر
 گلہ جو رکھتا ہے دوں کبھی
 کبھی بجا گناہِ شکلِ عہدِ شباب

نظرِ حیرت آتی بہنِ جان کی
 تو پھولوں کی جا اب بچاتا ہے خا
 اٹھلاتا ہے وہ کوئی تختِ گور
 تو وہ خاک اڑاتا ہے بالائے سر
 تو کہتا ہے وہ روکھی ہمِ حلیں
 کوئی مرگ چھلا منگا دیکھئے
 اُسے ہوتی ہے خاکِ بیری کی فکر
 تو کہتا ہے دیکھو مے داغ کو
 تو کچھ اور وحشت کا ہوتا ہے زور
 تو کہنا غمِ تازہ کچھ لائیے
 تو وہ پی گیا سکنِ اسبات کو
 اکیلے کہیں جل کے رونا اُسے
 کبھی دستِ غمِ سینہ خاک پر
 وہ دستِ دگر بیانِ جنون کبھی
 توقف کہیں دمِ گوشِ لبِ حباب

کبھی غمتِ شانِ شہزادگی	کسی جازمین بوسِ افتادگی
کبھی صورتِ ابرِ غم وہ آداس	کبھی جاوہِ پیائے صحرا یاس
کبھی ناز کی راہ سے وہ غنودر	بزرگِ اجابت دعا غفور
کسی دم نیاز التجا سے اُسے	کبھی روٹھ جانا خدا سے اُسے
کبھی غوطہ زن بحیرِ آلام میں	کبھی برقِ دم دشتِ ادا میں
کبھی تختِ مشقِ تمہا کی بھر	کبھی ناز بر دارِ غمہا کی بھر
کبھی غافیتِ خواہ در و فراق	کبھی وہ قدم بوسِ گردِ فراق
کبھی دیکھنا راہِ پیکِ اہل	یہ کہنا کبھی جانِ آبِ نخل
کبھی خار زارِ جنونِ لطفِ خیر	کبھی گلزینِ چمن سے گریز
کبھی صرصرِ دشتِ آوارگی	کبھی وہ خسِ کوہِ بیچارگی
کبھی نقشِ پاکوئے امید میں	کبھی چشمِ وحشتِ دید میں
کبھی لذتِ افزائے غمِ زورِ عشق	نمکِ پاشِ زخمِ جگرِ شورِ عشق
کبھی سو سو گریہ سے درد سے	کبھی گرمِ نالہ دمِ سرد سے
اُسے اڑتے پھر ناخبر کی طرح	کبھی جوشیون کی نظر کی طرح
کبھی وہ دعا گو ہے صبحِ صال	کسی دم امانِ خواہِ شامِ ملال

کبھی صورتِ موجِ باوِ صبا	اُسے ڈھونڈنا یار کی خاکِ پا
کبھی ذوقِ ناکامیوں کا اُسے	کبھی شوقِ بدنامیوں کا اُسے
اُسے اُنسِ سوداویوں کا کبھی	اُسے فخرِ سواویوں کا کبھی
کبھی چشمِ نمِ تنگ کے نام سے	کبھی اُس کو رمِ فکرِ آرام سے
کبھی وہ دلِ افکارِ آزارِ غم	کبھی زخمیِ نشترِ خاںِ غم
نگاہوں کے مانند پھرنا کبھی	اُسے صورتِ اشکِ گرنا کبھی
کبھی شمعِ افروزِ داغِ فراق	کبھی لالہِ سانِ رنگِ باغِ فراق
تجلیِ گہرِ داغِ سوزانِ عشق	سراپادہ سروِ چراغانِ عشق
ہر اک زخمِ دلِ رشکِ حبِ سحر	درِ توبہ گو یا شگافِ جگر
مُسکینِ بس اک جوشِ دِارِ گی	جنونِ چارہ فرمائے بچارِ گی
قلقِ بیقرارِ میِ مصیبتِ شیر	فغانِ نالہِ فیرِ یادِ غمِ صمغِ شیر
شبِ ہجرِ مشاطہِ زلفِ غم	سحرِ آئینہِ دِارِ روئے الم
نہ ہمارا کوئی نہ کوئی انیس	مگر غربتِ ویکسی ہم جلیس
رفاعتِ مین اک حسرتِ دلِ یا	تلی وہ قلبِ یادِ نگار
فلکِ بر سرِ کینِ زمانہِ عدو	زبانِ پر مگر ذکرِ لا تقظوا

وہ پڑمروہ گل سا پریشان حواس
 وہ کبیر تباہی میں مریحِ فغان
 جنون چاک دامنِ فزائگی
 وفا رہنا سے صراطِ الحمید
 نہیں ساتھ کوئی بھی غم کے سوا
 غلشِ درد کی کابیشِ جانِ زرا
 وہ پروردہ ناز و مسکینِ لقب
 وہ آفت کا مارا پریشانِ خیال
 وہی شوق اب تک ہی دیر نکستے
 لپٹ کر کبھی دامنِ گرد سے
 وحوش و طیور اور سب جانور
 گراتا ہے جو اشکِ خونینِ کہین
 وہیں خامہِ عجب سے باادب
 مجھے دے کے مکتوب بھیجا اور
 سنائیہ تو بولا وہ روشن ضمیر

بزرگ چراغِ سیرگوراد اس
 وہ دشتِ مصیبت میں ریک و ان
 تو خش - ہم آغوشِ دیوانگی
 طلب - کام فرسائے کوئے امید
 پہ ہر گام پر جذبِ دل مشغول
 تبش - خانمان سوزِ صبر و قرار
 ٹرپتا ہی تیرے لئے روز و شب
 شب و روز ہے گردِ راہِ ملال
 جنون اور بڑھتا ہی سمجھا کئے
 وہ روتا ہے جنگل میں اس درد
 ہم روتے ہیں اُس کے احوال پر
 تو بن جاتی ہے وہ زمینِ گلین
 لکھا صفحہ شوق پر حالِ سب
 نہیں جب سے محکومِ بان کی خبر
 مجھے دے تو وہ نامہ دلپذیر

دیا نامہ اس نے تو کھولا شتاب	پڑھا اور پڑھ کر لکھا یہ جواب
جواب نامہ	
مرے شیفتہ بے نظیر خیرین نور اچا ہے صبر انسان کو ہمارا ہی ہو کر رہے تو دمام	فان الالام مع الصابرین مجھے پائے گا کھونہ تو جان کو یہی آرزو ہے فقط والسلام
واپسی	
پلا سامیتا جام تہت مجھے نہ روک آج ساغر کے دین سوا تہ لب جام سے حکم اگر پاؤں میں پیشی پوشا عین اچکے لگین سپردہ ہوا صبح کا خضرین سحر نے سونگھایا جو کا فور ناب شہنشاہ نے حسب حکم قدیر لکھا خط اسے مہر کر کے دیا۔ چلا جس گہری لے کو پیغام خیر	کسی کی نہ ہے کرنا رفاقت مجھے کہ دی جاتے ہیں مرد و دیوانہ کا تہ گرے ہیں جو اگلے ٹھالاؤں میں ستاروں کی آنکھیں جھپکنے لگین لگی گد گدا نے نسیم چمن اٹھا بستر خواب آفتاب بائیں شایستہ و دلپذیر ہوا لے کے قاصد اسی دم ہوا تو بجلی سے بھی زود تر گرم سیر

صبا کو وہ بالابست تانا ہوا
 اوہ سے چلا اور اوہ ہر آگیا
 نہ پایا مگر شاہ کو اس جگہ
 عرض سوچتے سوچتے وہ مثل
 مقرر مرے بعد راہی ہوا
 سمجھ کر یہ وہ پیک عالی وقار
 وہاں جا کے دیکھا کہ سلطان دین
 کہا حینہ مقدم۔ کہا صبا
 وہاں جا کے مجھ کو ندا مست پہلی
 وہ پیک ہمایون ہو اسکا مشیر
 یہ سمجھا جو خط وہاں میں کیا رکھی
 نعرہ جائے مارے خوشی کو کہیں
 مبادا پڑے زینت میں جو خلل
 کچھ اس کے علاوہ شہرت بھی ہے
 کہا آپ کا نام پڑھیار

چلا چٹکیوں میں اڑتا ہوا
 تصور سے بھی شیر آگیا
 نہ دیکھا کسی ماہ کو اس جگہ
 یہ سمجھا کہ وہ حُند و بر عدیل
 کسی جا اس سیرت باہی ہوا
 سوئے دشت و شت چلا کیا
 تیر نخل مٹیا ہے اندو گھین۔
 کہا اور۔ بولا کہ فضل خدا
 ترے نام سے اُن کو دشت ہوئی
 و کاوت میں تین تین بے نظیر
 تو یہ تختِ رُشوقِ سچا رکھی
 نہ لالے پڑیں اس کے گز گھین
 پیام وفا ہو پیامِ اجل
 کہ شوخی کی تھوڑی سی عادت بھی
 ہوا باعثِ دشتِ طبع یار

<p> کہا پڑھ کے نامہ کہ دعوا عشق صبا سے کسی دم مخاطب ہیں کبھی ہیں عنوان صفت نعمت زن کبھی سبزہ کی دیکھتے ہیں بھار وہ دیکھیں رخ یا سمن شوق سے ضیا کیا ہو پھر عشق کے داع ہیں مرے ست انگون فہرست ہی نہیں انھیں عشق ہی تو ہمارے رہیں سناجب یہ میں نے تو ازراہ عقل وہ تیرا جنون تیری آوارگی پھر اس پر فضا ہے جو گلزار کی سناجب یہ افسانہ سو کار مری اس کی گہری جو پہچان گئی کہا تہ نے مجھ کو بنانا ہی کیوں یہ کہہ یار نے کچھ عجیب بھی کہا </p>	<p> اور او سپر پھر سیر حرم و عاشق کبھی سیر گلشن پہ راغب ہیں وہ کبھی غنچہ گوئل سے وہ ہم سخن کبھی ہیں بھار چمن پر تشار کرین خوب سیر چمن شوق سے کہ رہتے ہیں وہ رات دن باغین میں کیا ہوں مری کچھ خبر ہی نہیں محیط جہان سے کنارے رہیں بیان کی ترے غم کی لچ پقل تری بکسی تیری عیا رگی غایت ہی یہ چشم خونبار کی ہو است جام طرب و نگار جو بگڑی ہوئی بات تھی بن گئی تو بے پر کی ظالم اڑاتا ہی کیوں کہا ان کہہ سنے خدا و دی وفا </p>
---	--

کہا پھر سے نامہ لکھا کیا جواب
 گزر آئی تو کن رات گلکشت مین
 کہا لا وہ فرمان حق الیقین
 کہا اتھ حیلے سے کیا آئے گا
 اوہ ہر جا کے بیٹھ ہے خط لا وہ
 کہا کچھ مجھے قول تو دیکھئے
 کہا کہہ بھی دے جلد کیا ہو وہ قول
 کہا جس طرح ہو پر کتاب مجھے
 کیا شہ نے یہ قول دل سے قبول
 مخلا لا وہ خط شوق و نشان سے
 ہوا سر و قد عاشق بے نوا
 ادب کے لیا نامہ غزنے کے ساتھ
 کبھی دل پر رکھا کبھی سرق
 او اگر چکا جب رسوم نیاز
 پڑی تین سطرون پہ جہدم گلا

کہا یہ لکھا ہے زراہ عتاب
 جہن چوڑ کر پھرتے ہوشت مین
 کہا اگر گیا راہ مین وہ کہ مین
 بجلا اس بناوٹ سے کیا پانگیا
 تصنع سے حاصل اوہ آوہ
 تو پھر مین بھی حاضر ہوں خط لکھو
 تری بات سے بھگوتا ہی ہوں
 ہمیشہ رفاقت مین رکھنا مجھو
 کہا اب تو نامہ دی وعدہ پہوں
 کہا مجھ کو پیار ہے یہ جان
 کہ ہو رسم عظیم نامہ ادا
 ملا اپنی آنکھوں سے الفت کی گستاخ
 کبھی آنکھ پر شکل و امان تر
 تو کھولا اسے صورت چشم ناز
 سمجھ کر معافی بھری ایک آہ

<p>کہا خوش رہو وہ سچ زمین یہی ہیں دو اجان رنجور کی انہیں میں لکھی ہیں ابطرِ سلیم جولج دو عالم پہ تھیر رہے</p>	<p>ہیں اعجاز میرے لے کر یہ سخن یہ باتیں لکھی ہیں بہت دور کی امانی و جملہ کتابتِ یم انہیں تین سطرون کی تھیر رہے</p>
<p>اضطرابِ بندِ پیر</p>	
<p>پلا بادہ اسے ساقی خوش صفا شبِ ہجر کب تک اٹھا جامِ عیش خزان ہوں بناؤ تو رنگِ بہا اٹھی ہر جو کالی گھٹا سطح جواڑتی ہر چاروں طرف یہ بچھا اندھیرے میں بجلی کا یہ کونڈا یہ ساوان کی راتیں یہ گہرا سا ترپتا ہوں جز شوق و کون سا یہ سنا پانی کا ٹھنڈی ہوا ورخٹوں پہ وہ جگنوؤں کی بہا</p>	<p>کہ ہو یخِ فرقت سے کچھ تو بہات کہ روشن ہو دم سے تر و نامِ ش اڑوں دوشِ نشہ پہ ہو کر سوا مجھ کل پڑے بے تری کسطح انی کی طرح ہوتی ہر دل کی پار مرے دل کو حسرت کا یہ ہر وندا جھلا کس طرح آئے پھر لکھو صبر نہیں سو جھبتا ہاتھ کو آج ہاتھ وہ حسرت بھری بانسری کی کہ اڑتے ہیں بالوں سے ہر شل</p>

بڑی ہے بجلی ادھر متصل
 میں کتھن میں تماورون کے شور سے
 یہہ لو کچھ ترشح بھی ہونے لگا
 ہوئے جاتے ہیں ایک ایک بجور
 بہت زور سے چل رہی ہے ہوا
 ادھر دیکھو وہ کہل چلا آسمان
 بڑا نیکو دل کامرے اضطراب
 لئے ہاتھ میں نیزہ ہراک کرن
 نظر آتی ہیں دور جو جھاڑیاں
 یہ لو چاندنی میں ہوا دشت نوق
 وہ کوئل پیپہا وہ چلائے مور
 غضب چھوٹی چھوٹی سی نین ابھر
 شب ہجر میں آج یہ چاندنی
 جگر پارہ پارہ ہے۔ دل چور ہے
 یہہ وہ رات تھی اچھری ڈو لکھال

ادھر لوٹ جاتا ہے بے یار دل
 گرہنے لگا رہے بھی زور سے
 مے ساتھ گردون ہی سے لگا
 برستا ہی کیا ابرجی کھول کر
 عجب کیا کہ چھٹ جا دم میں گھٹا
 تارے بھی دواک ہو غنوشان
 وہ چمکین شعا عین میان سحاب
 لگی کھولنے بند خنیم کہن
 ہے اس دم درندوں کا ان پر لگا
 لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق
 یہاں بڑ گیا اور وحشت کا زور
 سر آب ہیں کس طرح جلوہ گر
 کھلاتی ہے ہیرے کی مجھ کو کئی
 بشر ہائے کس درجہ مجبور ہے
 بہم ل کر پیتے شراب وصال

مگر اسے ری سمت و اثر کون
 ملک پر ثواب نہ سیار میں
 نہ ہر چین لک کو نہ انہوں میں نہ
 یہاں تو ہر خود دل پہ غم کا جو دم
 مرے رب مرے ارحم الراحمین
 پڑھا اس پہ فرمان مہر شیر
 پڑھیں ندیان گریہ ذوق کی
 کر ٹھی چوٹ وہ دل پہ کھائی ہو
 روانی سے انکوں کے مضمل
 جنوں او سکو گھر سے نکال ہو
 بنی تھی جو دل پر تو بگڑے طور
 ہوس بڑھ کے دل میں ساتی تھی
 جگر میں ترپ جان بھل میں بھی
 دل و جان پہ یہ حسرتیں چھا لیں
 خبر پاؤں کی کچھ نہ کچھ رکھ ہوش

ہر مضمون کے پتیا ہون میں اپنا خون
 اگلیٹھی ہر گردوں یہ نگار میں
 بیاہوں میں سر تا بیا اضطراب
 خدا جا کیوں گھورتے ہیں نجوم
 سحر ہوگی اس رات کی یا نہیں
 ہوا اور بھی مضطرب بیٹھ کر
 لپک بڑھ گئی شعلہ شوق کی
 جدائی کے صدمے اوٹھا ہو
 لبوں عیان صدمہ درد دل
 امیدیں طبیعت بٹھالے ہو
 رستے تھے شیشے کیانکج
 طبیعت ہی قابو میں آتی نہ تھی
 وہی درد سینہ میں بھی ل میں بھی
 انگلیں بھی دم بک گھبرا گئیں
 جنوں میں بس آوارہ گردی کا جس

<p>شر کیا کہ برق اس پہ تیراں تھی کوئی شمع نہ گز خوش آتی اُسے کہے کون جو دل پہ تھی وار و است صیرِ قلم سر نشانی سے تھا وہ برجھی سی دل میں کھٹکتی ہوئی عیان لب سے۔ دل جو آفات برنگ گل زخم حالت زبون جلاد دل تو کھینچی وہیں آہ سرد تھی سدرجہ بیتاب جانِ خیزن جو حسرت بھرے ویلن کچھ لگی نصرت میں ہر وقت رد و بدل</p>	<p>کہ اس کی تڑپ میں عجیب آن تھی خدا کی خدائی نہ بھاتی اُسے نکلتی نہ تھی ضعف سے سہ بات وہ نالان بریدہ زبانی سو تھا لگا ہوں حسرت ٹپکتی ہوئی خوشی یہ کہتی تھی کچھ با سہ ہنسی میں بھی جاری ان نگہوں گری جو طبیعت چمک اٹھا درد کہ ہر دم تھا اس کا دم داپن لگا ہوں پہ کیا بیکیسی چھا گئی کبھی محو ہو کر پڑھی یہ غزل</p>
<p>تس غم نے یہ دن دکھایا مجھ کو ہوا اپنی ہستی سے بھی بے خبر خدا جلنے تھا خواب میں کیا سما</p>	<p>کہ مجھ سے ہی آخر چھڑا یا مجھے نہ معلوم کیا یا دایا یا مجھے ارے درد دل کیوں جگایا مجھ کو</p>

<p>جدا لی میں کیا آزمایا مجھے ملا اس صدم سے خدایا مجھے مگر وہ بھی کیا تھا جو بھایا مجھے غرض جسطرح ہو لہایا مجھے یہ کیا کم ہے جو بس ستایا مجھے کہ رو رو کے کہوتا ہر وہ جاندار کلیجا مرا غم سے پھٹنے لگا نہ یوں جان چربہ کے واسطے سنا کچھ بھی تو مژدہ وصل یا مجھے پھر کوئی نامہ لکھ دیکھے خبر مہر کی جا کے لاتا ہوں میں لکھا صفحہ آرزو پر مجھ سال</p>	<p>ستم کرتے مل کر تو پھر لطف تھا خدائی سے تیری نہیں کچھ غن ندیکھا کچھ اُن میں جزا ناز جو جفا سے وفا سے کہ ازرا و ناز وفا کا گلہ کیا کروں نے نظیر ہوا شوق یہ دیکھ کر بیکار کہا شہ سے اب بے گھٹن لگا لکھا ہے تھیں صبر کے واسطے کہا شہ نے اسے مونس لگسا کہا اس نے اچھا ہی کیجے ابھی روضۃ القدس جاتا ہوں میں سنا یہ تو پھر کیے کلک خیال</p>
<p>نامہ بے نظیر</p>	<p>نامہ بے نظیر</p>
<p>سچ محبت کے مہر تم آؤ تو چھٹ جائے گی گھٹا</p>	<p>مرے دلربا شاہد بنے نظیر شبِ تارِ حیران ہجومِ بلا</p>

جگر شاد ہو قلب سرور ہو	مرا خانہ عیش پر نور ہو *
کہان تک یہ سوز و رونا کی پیش	کہان تک یہ درد و ہمان کی غلش
یہی ہی جو غفلت و دوا ہو چکی	مریض الم کو شفا ہو چکی
غفینت ہے دم آچکا اسی طرح	رہے روز افزون یہ سن صلیح
تپ غم سے گوین پریشان ہون آئے	کبھی ہو رہے گا مرا بھی علاج
کرو شکر اپنے کمالات کا	لو ا کے مجھ سے مرے مدد لقا
تم آؤ جو اسے شاد و عالی جناب	کردن تم یہ صد مہر و آفتاب
سُرک آئی کی جو برابر کر یہ سن	عوض کند و ن کے ستارے بھی سن
جو دل خواہش خوش بیاں کرے	وہ سیر فلک سے خوانی کرے
سنائے وہ نغمہ تحنیں لا جواب	کہ زہرہ ہوز ہرہ کا بھی آب
ترنم کا بھیہر گرم بازار ہو	بدل مشتری بھی خریدار ہو
کردن جہل اسباب عشق نام	زحل کی خواست نہ کچھ آئے کام
مرتب وہ رہنے کو ایوان ہے	جہان بزم کیوان بھی دربان ہو
لکھتے ہوں وہ قلم مقفل	شر یا جنہیں دیکھ کر خوش
وہ بقیہ بھرے نوے سے سر	کہ انہیں دو روین کی جھپٹے نظر

<p> بنین ساتی ازیم غلیمان و حور کردن حاسدون کجگر کو کباب ملے نوش و صلت جو آماہ رد ہٹادون جو رخ سے وہ زلف سیا الٹ دو جو محراب میں تم نقاب کر دھیریاں طرہ جدی و ثور پڑیں جو تمھارے قدم کے نشان ہو زلفون میں اپنا دل پر شر زنج پر ہو جو گیسو کے مشکاب دکھائیں وہ آنکھیں جو اپنا جلال بیہ ہو گرمی وصل میں ہوز و تاب و فاقم کرو ہم حب میں سہین جو تم چرخ وحدت پہ قوط خاص جگہ پاؤں پہلو میں جو آپ کے ہیں یہ جلوہ گر چرخ پر جو نبات </p>	<p> فرزدان ہو چارون طرف شمع نور نظر آئے ہر جام میں آفتاب کرو نشیں عجب میں نذر عدو تو بوج حل سے کل آئے ماہ تو آئے نظر قوس میں آفتاب کہ شیرون کو لازم ہے شیر و کلاط تو رستہ بنے غیرت کہکشان جلے منزل سنبہ میں قمر تو پانی بھرے دلو میں آفتاب اسد سر جھکائے برنگ غزال کہ سلطان کو گردن بنا کباب کہ منیران کے پلے برابر رہیں ان آنکھوں میں قطبین کے پنج خاص نہ ہو قطب کی طس جنتش منجھ تمھارے عدد پر لگا دی ہیں گھاٹ </p>
---	--

<p> جو دکھلا دل پہ اپنے اس گلبدین سہیل میں کا بھی ہو رنگ نہ دو جبین سنوڑ جو دیکھے سہا جو کج بین وہ گیسو تو پھر بے سکوت ہے رحمت کی جاسیری آوارگی میں ہوں جان بلیقہم جلا کو مجھے زمانہ میں رہ جائے تیا یادگار </p>	<p> ابھی خون تھو کے عقیق میں لہو لعل رمان کا ہو جا سہو نہ جدے سے پھر سر اوٹھا ڈرا دل زار یونٹس ہو وہ زلف خوت یہہ جوش جنون ادب پارگی خفا ہوں میں دم کٹنا لو مجھے تمھاری محبت مرا انکسار </p>
<p> پلا آج ساتی صبحی مجھے کروں غرغہ آپ کو تر سے آج وہ ہے ہو پیون جبکو سنکر اذان ستارے جو چھٹکے تھے افلاک پر نہ وہ چمکین ہیں نہ وہ شوخیان فراہم تھے پہلے جو انگور سے سحر کا سپید بھی ہو گیا غضب </p>	<p> کہ حاصل ہوتا قوتِ رمی مجھے اٹھوں نشہ آلود بستر سے آج برنگِ دقا سحر ہوں روان وہ آتے ہیں اب جایا کچھ نظر نہ وہ جھکے ہیں سر آسمان وہ ایک ایک کو نکلتے ہیں بے در چھپے جاتے ہیں پردہ شب میں </p>

ہوئی صبحِ خندان جو پر تو فلک
 ریاضِ سحر میں جو چھولی شفق
 سحر کا جو دھڑکا ستارے لگا
 سنی بادِ صبحِ جن کی جو دہنم
 ابھی کیا چلتا تھا بجم سحر
 چپکے میں نہ تارونکی ہوئی لگی
 ستارے جو تھے زیبِ بزمِ فلک
 وہ ایک ایک کر کے روانہ ہوئے
 مگر کچھ وہ ہیں رنگِ تریں صبح
 سو وہ بھی ہیں کچھ جھللاتے ہوئے
 ستارے جو باقی رہے خال خال
 جو تل کی طرح جا بجا پالیا
 فلک پر وہ کچھ روشنی صبح کی
 جو بجم سحر بھی لجانے لگا
 چھڑائی تھی مہتاب گردوں نے رات

پریشان ہوئی صبح کی انجمن
 ہوا رنگ تارون کا ایک بار فراق
 فلک پر افتان چھڑانے لگا
 کئے گل فلک نے چراغِ نجوم
 ہوئی روشنی ماند اب سکی لگ
 کہ پھسکی پڑی جاتی ہے چاندنی
 جھپکتی نہ تھی جن کی اک دم ملک
 سحر ہوتے ہی سب فنا نہ ہوئے
 چنے گا انھیں دم میں گلچینِ صبح
 مذاقتِ آنکھیں چڑپڑے ہوئے
 نہ اُن کا رہا کچھ کسی کو خیال
 انھیں چن کے رخِ سحر کھا گیا
 وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی
 قمر اپنا بستر اٹھانے لگا
 اسی کے یہ سب پھول تجوڑی بنا

نظر کی جو گردون کی سہ گاہ پر	ہو اسی سی چھٹنے لگی ماہ پر
شفق میں ہو جو رنگ صبح امید	ہوا جاتا ہر چہرہ سہ سفید
کیا کاروانِ نئے شب کو مقام	پسینے پسینے تھا اس سے تمام
ستارے جو تھے جلوہ گر پسینے	پسینے کو قطرے تھے وہ سب سر
فلک نے یہ سب گوہر بے شمار	کے فرقِ صبحِ طرب پر شمار
گرے صورتِ اشک جو خاک پر	وہ شبنم کے قطرے بنے سب سر
یہ شب تری ہو گئی جب نہان	بڑھائی قمر نے ہی اپنی مکان
سحر کا عمل حسبِ مرضی ہوا	خطِ کہکشان خطِ فرضی ہوا
اصول اس کے موضوعِ جتنے ہو	ثبوتِ سحر کے ہوئے وہ سب
ضیا صبح کی چلی اطراف میں	شب ہو جا کر چھپی قاف میں
شفق بھول کر رنگ لاف لگی	نئی آگ دل میں لگانے لگی
گھڑی ہر آگ شمع بھی کیا اوس	پتنگوں کے کچھ دھیرین آس میں
ہوئی دل جلوں کے یہ غم میں تباہ	کہ اُٹھنے لگا فرق سے دودِ آہ
تمام اس کی تر کی جزو کل ہوئی	سحر ہوتے ہی شمع بھی گل ہوئی
ارٹا ہر طرف رنگِ صبح بہار	فلک پر کھلا ایک ایک لالہ زار

نمایاں ہوئے خوب آثارِ صبح
 ہو صبح صادق کا جہم یقین
 کوئی شاخِ گل کی طرحِ جھومت
 اٹھا کوئی سرگرم حمد و سپاس
 اٹھے شہر کے زاہد و حق پرست
 شبِ ہجر سے ڈرنے والے اٹھے
 اٹھے رہنشینانِ کوئے تبار
 کسی کو کوئی گدگداتا اٹھا
 گرجر صبح کا غلِ مچانے لگا
 نہ جاگا پراس پر بھی بختِ عدو
 اذانوں کی آواز آنے لگی
 ہوا جس گھڑی کم اذانوں کا شور
 بطورِ آشیان سے کھلنے لگے
 رینگ لالہ کو اوس دہون لگی
 گلِ اندام کپڑے پہنے لگے

جہان میں ہو اگر مہا بازِ صبح
 تو بستر سے اٹھنے لگے نازنین
 اٹھا کوئی ساغرِ کالب چومتا
 کوئی نیند کی جھونک میں بدو
 اٹھے رندِ میخانہ ساغرِ بدست
 شبِ وصل پر مرنے والے اٹھے
 اٹھے ساکنانِ در و دستان
 کوئی سمنہ چھپ کر بجاتا اٹھا
 جو سوتے ہیں ان کو جگانے لگا
 بنا جا کے سبر و لبِ آبجو
 دعائیں سرِ عرش جانے لگی
 اٹھا دیر سے بید خزانوں کا شور
 سمنِ بُور و ش پر ٹپکنے لگے
 شفقِ رشک سے خونِ روزِ لگی
 پری چہرہ بن ٹھن کرتے لگے

یہ انگھیلون پر نسیم سحر
 اٹری بھرتی ہر آن گل کی شمیم
 جھکا دیتی ہے سر صبا کی جھپٹ
 دیا وایہ نشوونے بے خطر
 کھلے پھول غنچے چھلنے لگے
 یہ شبیم سے تازہ ہیں خمار گل
 یہ سبز ہے قطرے ہیں چھپائے
 ہوئے برگ گل محمدین تر زبان
 بگیتی ہے شبیم جو وقت سحر
 جو شاخیں گرین شوق میں جھوم کر
 ہر اک شے پہ چھایا ہر جو رنگ ہو
 جو ہے آج گلشن میں خوش حال
 عجب و قس ہے یہ عجب یہ سماں
 سہانی سحر ہے سہانی مضا
 کہیں نعمت زن طوطی خوش مقل

کہ آتے ہیں جہونگون پہ جھونکے
 کھلاتی ہے غنچوں کو مہن سیم
 جنون خیر ہے بڑے گل کی لپٹ
 ہر اک طفل غنچہ کو شیر سحر
 چمن کے چمن کو چھلنے لگے
 کہ انجم ہوئے زیب ستار گل
 کہ مغل پہ موتی بچھائے ہوئے
 خدا نے بھرا موتیوں سے وہاں
 ہوئے وجد میں اکے گریبان شجر
 اٹھیں یار کی خاک پا چوم کر
 ہے سکتے میں آئینہ آج
 فقط بخت خوابیدہ پامال ہے
 کہ حیرت کے عالم میں ہر آسمان
 پھر مرغان خوش نعمت و خوش نوا
 کہیں ناکہ کش لیل خستہ حال

اٹھی ہر طرف چھپوں کی صدا
 وہ گلزار میں قمریانِ نغمہ زن
 غص اپنی اپنی زبان میں طیور
 اُدھر کوڑیا لالہ بھی ہر رنگ کا
 کھلا ہے وہ سبزہ یہ یون باغِ بیا
 ہر اک رنگ کے خوبصورت گلین
 یہ ہوتا ہے گردِ سحرِ عیان
 وہ ظلمت کا سائے میں کچھ کچھ
 یہ دیکھا ہی تھا چشم اور اک
 سنہری شمعون کے نیز چو لے
 شفق کے پتھر ہے اڑی چرخ پر
 لب جو تھا کہرے کا جو کہہ ہوں
 شمعون کے جاروئے کیا
 ہوئی اشکِ بنم سے تر گل میں
 ہوا ختم چھڑکاؤ کا انتظام

فغانِ عناول نے باندھی ہوا
 وہ صحرائ میں فریادِ زناغِ زرغن
 بین سرگرم تسبیح رب غفور
 سطح زمین پر کھلا حجاب
 ہوں دریا میں جس طرح روشن
 زمرہ کے تختے پہ دیکھے ہیں
 کہ آتا ہے کوئی بڑا کاروان
 چھپا زیرِ دامنِ گردِ سحر
 پڑھی یہ نعتِ افلاک نے
 ہر اول بڑے شکر صبح کے
 شمعون نے گاڑی علمہائے زر
 پھٹنے لگیں اُس میں چنگاریاں
 کیا صحنِ افلاک کو بے غبار
 پتھار میں بھی کہرے کی گر لگیں
 ہوا صاف صلیح سحر کا تمام

سُنہری شمعوں کا گلناب میں
 چمک کر دکھاتا ہے یہ صاف صاف
 یہ نہ ہون میں عکسِ شفق کا نشان
 شمعوں کی پانی پہ چنگاریاں
 درختوں کے سائے کا حوضِ نور
 کھڑے ہیں محوش اب شجرِ بصف
 زمین و فلک پر یہ چھایا جلال
 اٹھا کر طیر اپنے سر بار بار
 کسی کو کوئی دیکھنے کے لئے
 حیدون کے جھڑ میں لکنازین
 ادا شوخی و ناز کی ساتھ میں
 غور و کرم بے نیازی و ناز
 نہ رندی نہ کچھہ پارسائی سے کام
 قضا و قدر اس کے خدمت گوار
 چپ و راست اس کے جلا احوال

کہ جو گھر کرے قلبِ تاب میں
 کہ آئینے کا ہر بستی غلاف
 لگی آگ پانی میں اللہ کی شان
 ہیں طبع بلورین پہ گلکاریاں
 کہ شیشون میں ڈھلے زرد و کھل
 کہ عالم ہے ستارے کا ہر طرف
 کہ عاری ہوئے نطق سوا اقبال
 کہ دیکھتے ہیں بعد انتظار
 وہ جھانکا دریچے سے افلاک کے
 لب جو ہوا آگے مسندِ گرین
 سحر آفتابہ لئے ماتھے میں
 شب و روز انھیں ہے اس ساز و با
 اُسے رات دن خود نمائی سو کام
 سپر اپا وہ نورِ حند او نہ گار
 اک ادنیٰ صفت و بے مثال

برابر کیا سب کے جھگ کر سلام وہ طائر پہر اب چھپا نہ لگے	مبارک سلامت کی ہر دہم دہم یہ اشعار سب مل کر گانے لگے
<h2>عزل</h2>	
خدا یا تری تا خدا فی رہے ترا نور جب رہے جلوہ گر تو جبکے شناسا رہے ذات کا رہے تیری قدرت کا جبکے عمل رہے تو بری تا قیود اسے ترا ناخن حکم جبکے ہو سہ ترا و شہیت رہے تا بلند ترا جلوہ جبکے نہ مدد ہو رہے وصل جبکے بقا سے تجھے رہے تا تجھے حُسن پر اپنے ناز سبھی جائے پر خالقِ مینظیر کوئی محو ہے گار رہے کوئی	دو عالم میں اس کی دُعا فی رہے یہی اسکی جلوہ نمائی رہے یہ آگاہِ خود آشنائی رہے یہی اس کی فرمانِ روائی رہے اسے بندِ غم سے رہائی رہے یہی اس کی عقدہ کشائی رہے یہ چارہ گر بینوائی رہے یہی اس کے دل کی سائی رہے نہ اس کی ہماری جدائی رہے نہ اس پر ساریِ خدا فی رہے طبیعتِ مری اس پر آئی رہے وہ دل کی طسیر آ رہی کوئی

ہوا آکے پاؤں بس با صداوب
 تو مثل سحر نور افشان رہے
 مین پہلے گیا کعبہ حنیہ کو
 وہاں سے حضور خداوند تخت
 ہوا حکم کیون مین یہ آنکھیں پرآب
 لیا شوق سے اور پڑھ کر کھا
 بہت تیز روا اور طرار ہے
 نہیں نقل کل کو بھی کچھ ہمہری
 وہ بولا کہ اے شاہ ملک و سیر
 ہوا حرف زن یون شہ پاک و آیت
 وہی کرنا ہو جس مین اسکی خوشی
 پس نہ آئی ہے اسکی عرضی مجھے
 یہ مشرودہ تو پہنچا اُسے زود تر
 مگر کچھ دنوں مصلحت ہے یہی
 سپاہ الم سے رہے ہوشیار

کہا اے بہارِ ریاضِ طرب
 ہمیشہ ہی شوکت و شان رہے
 سنا خود بدولت گم گیسو کو
 ہوا آکے حاضر ہے میر بخت
 دیا اُس نے اک خط بجای جواب
 کہ اے پیکِ فرخندہ پے مہربا
 بہت اپنے فن مین تو ہشیار ہے
 تجھی کو ہے زیبا بھ نامہ بری
 مین ہوں کترین بندہ متعظیم
 ہمیں نے دے مین لے یہ صفات
 کہ عاشقِ حردہ اور عشوق بھی
 ہے دل سے قبول اسکی مرضی مجھے
 مین اُس کا ہوں سیر اکوہ نامور
 رہے وہ مقامِ طرب مین ابھی
 حفاظت کرے اسکی لیل و نہار

<p>پھر آنا یہاں جب وہ بھیجے تجھے یہ شکر ہوا بحر شادی میں غرق طارہ میں ایک کبیر روان تو دیکھا کہ میر سعادت وزیر اسی سمت آتا ہے مانند موج اسے دیکھ کر شوق بے حسیا یہ لشکرِ غم کی چڑھائی ہو کیون وہ آواز پہچان کر شوق کی بنی تھی جو حالت دکھائی اُسے</p>	<p>کہ وصل اسکا بڑ نظر ہے مجھے قد مہوس ہو کر چلا مثل برق یہ سوچا ذری دیر دم کون یہاں لے ساتھ اپنے سیاہ کیش پریشان و خستہ مگر ساری فوج پکارا کہ او سرورِ نامدار سفر کی مصیبت او ٹھائی ہو کیون بڑھسا سپ دوڑا کو یکبارگی سنی اسکی۔ اپنی سُنائی اُسے</p>
---	---

مجاہدات

<p>پلا اب تو مے ساقی ذی کرم اٹھا ساغر مے طبیعتِ سبنحال وہ مے ہو جو دکھلاؤ اپنی بھار ہے کچھ وہ بوپ کا عکس کھار پر تری اوشن کی وہو کچھ فرنگی</p>	<p>کہ گھیرے ہو ڈھبے سپاہ الم مجھے ورطہ بحر غم سے نکال اڑوں صورتِ بو بڑ گل اکبی بار شعائیں جگہی ہین اشجار پر ہوا بھی ذری گرم ہونے لگی</p>
--	--

<p> ہرن کھل کے جنگل میں چڑھ گئے گرے مرغ آبی وہ تالاب پر وہ چن چن کو دانے اٹھا کر لگین ہوئے لوگ مصروف کارِ جہان رطوبت لگی اڑنے بن کر کج ر کہ ٹیلوں کی ہے اوٹ میں آفتاب وہ کلسون پہ سونا چڑھانے لگی اتر کر وہ در پر چکنے لگی قریب آدھ گھنٹے کو دن چڑھ گیا وہ ہین دامن کوہ میں خمیہ زن چلے ہن کسی سمت کو بھر رزم کسی نے ابھی انکو دیکھا نہیں نظر کرتے ہن دشت و کہسار پر پھر ان پر سنبھری شاعون کا رنگ کہ گویا بنی تمہیں وہ بلور سے </p>	<p> پرندے زمین پر اترنے لگے اڑے کھول کر قاز و سرخاب پر وہ کھیتوں میں چریان بھی لگین ہوا پھر وہی کار و بارِ حبان ہوا میں ابھی تک ہنیں کچھ بجا مگر شہ پہن یہ ہنیں آبتاب بلندی پہ کچھ وہوپانے لگی منڈیرون پہ کچھ کچھ جھکنے لگی عرض چاک جلیب سحر بڑھ گیا ہزاروں جوانان لشکر شکن وہ ہن چھوڑ کر وہ سب باب بزم یہ ایک کھڑے ہو گئے وہ ہن ادھر لوگ کچھ چڑھ کے مینار پر چکے ہوئے خود تیغ و تفتک وہ زہین چکتی ہوئیں دور سے </p>
--	--

<p> خوشی کے پھر ہر ہے اڑا رہا ہے وہ گھوڑے گھنٹی بدلتے ہوئے سواروں کی ہر دم اسی پر گاہ رنگے چہرہ کچھ دور کہہ سارے وہ کہتا ہی ٹھوہین آس پاس اسے توڑنا ہے بہت کا دھنٹ مقام طرب خلد منزل ہے یہ حیات ابد اس میں اک باغ ہے ہے قہرائس میں اک عیش جاوید اسی غم میں ہر میری حالت تباہ مگر ماتھے آنا بھی دشوار ہے اُدھر جا میں تو ہوگی بیشک شکست مگر ایک تدبیر آسان ہے ہمارا تمہارا دمان کیا گزر کرین اہل قلعہ کو محصور ہم </p>	<p> وہ ہر شخص نیز اور تھا کہ ہوئے اشاروں میں رنگ رنگ کر چلتے ہوئے کہ لٹھنے نہ پاسے کہیں گروہ را مخاطب ہوئے اپنے سردار کے کہ بہت مضبوط ہاں پاس کہ یہ شہر ہے شاہ کا پار تخت دیار محبت کا حاصل ہے یہ موسے دل کو اس باغ کا داغ ہے انہیں دو نون ہے فقط مجھ کا کام کہ تھی شاہ طہون کی یہ سیر گاہ کہ چاروں طرف اس کے کہہ سارے کہ ہے گھاٹیوں پر بڑا بندوبست کہ صحرائے کشت میں سلطان ہے کہ اس جافر شتون کے چلتے ہیں یہ رمد سے کرین ان کو عجیب ہم </p>
---	--

در قلعہ پر چل کے ہوں جاگیر	مقابل ہو کوئی تو بر سائیں تیر
یہ جیب آب و دانہ ہوں ناصیب	ظفر ہوگی ہم کو میسر صندریہ
ادھر آئے جو شاہ بھی تھہرین	تو جانے نہ دین ہم آئینہ
جدید چائے وہ ہوا دھر سداہ	رہے سداہ اس پہ اپنی سپاہ
سُنی سب نے یہ گفتگوئی عجیب	کہتا اس منار کے وادی قریب
وہ شور و جواس طح کرنے لگے	بجھ گھبرا کے فوراً اترنے لگے
اُترتے ہی پہنچے در قلعہ پر	کرین قلعہ بانوں کو تابیہ خبر
وہ پہنچے ہی تھے در پہ منور	نظر آئی کچھ روشنی دور
بجھ کر نین چمکتی ہیں کس پس پر	ٹھرتی نہیں اب تو مطلق نظر
سوار آتے ہیں کچھ ادھر زرق برق	سراپا ہیں فولاد آہن میں غرق
صفائی میں آئینہ تیغ و تفنگ	پھر اون پر شعاعوں کی شوخی کل رنگ
وہ بجلی سے کچھ کم چمکتی نہیں	وہ آنکھیں نہیں جو جھپکتی نہیں
یہ ایک قریب آگئے وہ سوار	مقابل ہوئے پاسبان حصار
ہوئی فوج قلعہ کو یہ آگئی	کہ فوج لعینان قریب آگئی
بڑی ہی آتی ہے دم بدم بیشتر	پہنچتی ہے دم میں در قلعہ پر

<p> ہونے وقت گزر و سان و خندنگ گلے آپ خنجر کو تر سا کئے ہوئی ختم بارش بھی اب تیرگی بہت پھل گرے شاخ شمشیر سے جو اس کو بھی کاٹا زمین پر رکی لہو سوگ دشمن میں دے لگی چلی خون پیئے سوے دشمنان گلے مل کے رک رک کے دے لگی شرار اس کے منہ سے نکلنے لگے جو منہ پر چڑھا اسکو دگر کیا دو پیا دون کو را کہ چار لہو منہ سے آخر اگلنے لگی ہوئی چشم جو ہر سے خود خون نشان کسی وقت شعلہ کسی دم پر لگی ہوئی ہمت جام ناصف کی صفت </p>	<p> سر و سینہ و پہلوئے اہل جنگ بہت دیر تک تیر سا کئے ہوئے دونوں جانب کز کش تھی اترے مرغ جان کچھ پر تیر سے چلی تیغ تو پشت زمین پر رکی جدائی سروتن میں ہونے لگی نکالے ہوئے اپنی سوکھی زبان روان ہوئی جان کھونے لگی او ہر وار پر وار چلنے لگے سپر کو جو کاٹا تو سر پر گئی چلی المصافحہ دم کارزار جو غصے میں اکرا بنے لگی مثالیہاں تک عدو کا نشان چمک کر چلی وہ شرارت بھری گری صورت مست و چہ طرف </p>
--	---

چلی یہ تو منہ سب کے پھر نہ لگے
 ہوئی آڑھ جو پیتے پیتے لہو
 ہوئی محض بیکار شمشیر تیز
 چنا حق کی آواز آنے لگی
 پڑی جس پہ اک ضرب اہل کین
 ہوئے دست و پاسب کی خلیا
 نہ عاج ہے جو شن نہ مانع زرہ
 اوہر کے ہزاروں ایل احسن
 بہت دیر چھ حشر بر پار ما
 نہیں ہوتی معلوم فتح و شکست
 اٹھا ہے یہ کیسا وہ گہرا غبار
 بہت غور سے دیکھتے ہیں مگر
 قریب آتے آتے ہوا کم غبار
 فیصلوں کے تھے میں اک بہ ہوشمند
 کہ اسے نو جوانان و مردان کا

مگر نخل ہستی کے گرنے لگے
 کئے قطع نخل حیاتِ محدود
 اُسٹے گرز بر پا ہوئی رستخیز
 سپر ہر طرف منہ کی کسانو لگی
 اسی جا ہوا گر کے نقش زمین
 گرے گرز نیزے لے ایک باہ
 سنان کھولتی ہر دلوں کی گرد
 کہنے اہل و ثر نے اسیر کس
 جو نیزے بھی ٹوٹے تو اب کیا با
 یہ ہیں اہل قلعہ بہت چھو دست
 مخاطب ہیں و دونوں طرف سے
 نہیں آتا جز تیرگی کچھ نظر
 نظر آئے اس میں علم بے شمار
 پکارا یکا یک بہ بانگِ بلند
 وہ آتی ہے فوجِ لعین ہوشیار

<p> لعین ابن بلعون کا سن بگنے نام صد آئی برجوں کی یہ ابکی با خبر وار ٹھہر نہ میدانین ستہین اس گھڑی ہر ٹیغ فر ہوئے نعرہ زن وہ یلان جی بہین مارینگ اور مرجائیں گے قریب آگئی اب وہ فوج لعین وہی تازہ دم لشکر نابکار گہرے بظرف سے مرواں جنگ اٹھائے ہیں دست دعا جنگ جو یہ معلوم ہوتا ہے سب اہل دین لوہر کا ہراول ہے کفران جنگ اگر غیر مطلوب ہو جان گی چو گمشدگان یہ نہر بر زبان تو کیا ہے تراشا بلعون بھی </p>	<p> وہ مرد و دیکیا ہوئے پھر تمام کہ اسے پہلو انان عالی وقار نہین گھر گئے ان کی آن میں چلے آؤ اب قلعہ میں بے خطر کہ تاحشر یہہ تو نہ ہو گا کبھی نہ قلعہ میں پھر بھاگ کر جائیں گے ہوئے اہل و شخت اندوین ہوا حملہ آور یہین و یسار ہوا اہل و شہر بہت وقت تنگ کہ یارب ترے ہاتھ سے آبرو کوئی دم میں ہوں شہر شکن بڑھا اور کہنے لگا بید رنگ ہارے حوالے کر دشا بھی پکارے کہ او مردک بد زبان نہین دیکھ سکتا سوے دیکھی </p>
---	---

منار سے پر اک شخص اندوہمین
 ہوا دیکھ کر سوئے در بے قرار
 ہے استادہ جس پر یہ فیروز
 پکارا کوئی دور سے بید رنگ
 وہ بولا فضیلون پہ ہے جو سپا
 اشر کر چلے وہ بسر و آزما
 ابھی رستے ہی مین مین نیلہ
 پکارا دین خان تقدیر جنگ
 کہ ہمراہ شاہنشاہ منظم
 یہ سکر دیران جنگی سوار
 پس پشت دشمن تہریل جنگ
 گئے تیری سمت اہل ملک
 ہوا فوج دشمن کا قتل عام
 اہل صحنی دوڑ دوڑ سرگئی
 لعین تہن ملعون بھی مارا گیا

کھڑا ہے لگائے ہوئے دو مین
 مقرر ہے یہ پہلوان قلندہ دار
 ہے نام اس منار کا بخت بلند
 کہ تبارا تو کچھ خان تقدیر جنگ
 ملک کے لئے جا اس وقت آہ
 جو باہر تھے اُن کا بڑھا حوصلہ
 اٹھا پشت فوج عدو سے غبار
 کرو عرصہ زلیست دشمن تنگ
 وہ آتا ہے میر سعادت ویر
 عدو پر گرے ٹوٹ کر برق ۱
 ہوا حکم پر ساو تیر و تنگ
 لعینوں ملتی بہتین راہ تک
 کہ شتون کپشتے لگے ہن نام
 کہ مین دوڑتے دوڑتے مگر
 وہ کفران کا سر اُٹا گیا

<p>یہ دیکھا تو لی سب نے راؤ فرار ظفر یاب ہو کر پہرا وہ وزیر سران سپہ بین ستالیش کنان یہ سن کر یہ بولاشہ منیطہ مین ان وقت دشت کر عالم میں تھا وہین آگیا شوق سیر شیر خبردار اس میں نہ غفلت کرو اسی وقت میر سعادت کے ساتھ پہنچ کر بفضل خدا وقت پر غرض سب مقاصد جو حاصل ہوئے مسترت کی گھر گھر ہوئی وہی دم نام</p>	<p>تقاب کنان جاہن بیشمار ہوا دست بوس شیر منیطہ کہ ہو فتح سلطان کی ہمنان مجھے لانے جدم گیا تھا وزیر غم یار سے کچھ عجب غم میں تھا سنایا یہ فرمان مہر شیر مقام طرب کی حفاظت کرو روانہ ہوا شان و شوکت کے ساتھ کیا فوج اشرار کو فی القتہ مقام طرب میں وہ داخل ہوئے ہوئے محو عیش و طرب خاص عام</p>
<p>حملہ ملعون</p>	
<p>پلا بادہ ساتی اٹھا رسم شرم دے جا مجھے جام تو بید رنگ مخالف ہستی میں جو روزگار</p>	<p>کہ ہو حسب خواہش مری طبع گرم تو پھر دیکھ میری طبیعت کا رنگ بطنے کی صورت ہو وہ بھی شکار</p>

چھپے غار میں گرگ دیو زور و بلند	کہ بدلا ہے قدر سو سم کارنگ
دھمکین چوٹیاں بڑے سر پر	کہ چاندی چڑھائی ہے کہسار پر
کھلے پہول گنبد کے وہ زرد	چلی آتی ہر کیا ہوا ستر و سرف
وہ گل مہندی پھولی کھلے گلنگ	چمکتا ہوا وہ ہزارے کارنگ
وہ تیکم کے ساغر نے گاسنی	وہ سورج کی ہم شکل سورج کھی
وہ گو بھی کسپے اڑنے لگے	بتائے بھی دو چار پڑنے لگے
انارون میں کلیان بھی گھٹن	وہ کیلون کی پھلیان بھی گد گھٹن
بہی۔ سیتب امر و دکنے لگے	وہ شاخون میں کوکے چکنے لگے
وہ پک کر شیر خفے ہی سب کھل گئے	ٹپک پڑتے ہیں جو ذرا ایل گئے
لدی ہیں درختوں میں نارنگیان	چھٹی پڑتی ہیں بوجھ و ایمان
نہاڑی تھکتے ہیں کیا لال لال	جڑے ہیں زمر و کجھاڑ و نم لال
غضب عشق بچاں کا شاخون میل	وہ نازک وہ باریک شہی کی بیل
تراشے ہیں قدرت کیا بمثال	کرن پھول یا قوت کو لال لال
وہ کچھ پھول سرون میں نے لگے	ذرا کہیت جو بن دکھا نے لگے
کہیں چھوٹے چھوٹے وہ چہری ہوں	کہیں اوڑے اوڑے وہ کسی پھول

نظر آتی ہر صبح رست نام
 ہوا جب اُراتی ہر جنگل کی ریت
 عامے کا چلتا نہیں زور و پیس
 رضائی میں چپ کر جو لیٹے ہیں آج
 تھا جن جن کو نازک مزاجی پلاف
 بغل میں کوئی دلبر گلزار
 نہیں اور جاڑے کا چارہ کوئی
 ہم آغوش دلبر ہے جو شام سے
 وہ عاشق کہ جن کا نفس شعلہ بار
 گری برف ٹھہری جو ٹھنڈی ہوا
 دم صبح ہر زور سردی کا اور
 دہری ہیں وہ شیشونگی کشحین
 پلاتا ہے بھر بھر کے ساقی ایاغ
 کوئی مست ہے کوئی مخمور ہے
 چلی زور سے کیا ہوا رات کو

زمرہ کی چھڑیوں پہنکیم کی شام
 تو کیا لہلہاتے ہیں گتھونگی کھیت
 ہر سردی کے آگے دو لائی پتی
 گلہ بند سے لیٹے ہیں آج
 ہیں لاؤ ہوئے وہ بھی بھاری لحاف
 کہ سردی میں ہر بسل سی کی بہا
 اسے روئی کھوتی ہر بسن یاد دہانی
 اسی کی گزرتی ہے آرام سے
 آنھین یار کی سرد مہر سی بار
 رگون میں لہو اب تو جمنے لگا -
 جدہر دیکھو ہی جائے وہ ہو کا دور
 کسی میں براڈی کہیں شام میں
 ہوا آتش تر سے روشن دماغ
 کوئی نشہ عشق میں چور ہے
 قیامت کا پالا پڑا رات کو

دوشالے دکھاتے ہیں کیا کیا بہا
 جو کہتے تھے اپنی کو آتش مزاج
 گھسے تھے جو گرمی کر اندر میں
 وہ گل جن دھالک کی ملل تھی بار
 قبا تھی گران جن پہ تنزیب کی
 کہیں کمرے میں تپتی ہیں چین
 وہ رنگین کپڑے چمکتے ہوئے
 نہیں بجاتی مطلق درختوں کی جھاو
 نہیں چھینٹ سی خالی کوئی دکان
 نرکت بھری لکھنؤ کی وہ فرد
 غرض سب کے لب پر ہر سوزی کا ذکر
 فقیر اپنی کٹل میں بیٹھا ہر مست
 ردائے نگارین ہر لطف مجیب
 جو مجھ ہے سینہ تو دم شعلہ
 لگائے ہوئی سوز دل کا الاؤ
 کوئی شال اوڑھے کوئی جامدہ
 چڑھا کر ہیں دستا ہاتھوں پہ آج
 پڑے پائتا بون کے اب پھر میں
 نہیں آج کٹل سے بھی ان کو عا
 پہنتے ہیں اب کوٹ۔ چکن ہی
 کوئی اتہہ ہی سنیکتا ہی کہیں
 انگلیٹھی میں کوئلے دہکتے ہوئے
 ہوا میں ٹھٹھرتی ہیں اب اتہہ یوں
 اترتے ہیں بات پھلوں کے تھان
 کہیں سرخ و سبز اور کہیں نر در زرد
 مگر فضل حق سی بہان کیا ہر فکر
 پیالے چڑھاتا ہے جام الست
 رضائی کی جا ہے رضا حبیب
 ہیں انگارے دروغ غم عشق یا
 فقیر اپنی موچوں کو دیتا ہے تاؤ

قریب آٹھ بجنے کے پہونچے مگر
 یہ معلوم ہوتا ہے۔ ہے وقتِ شام
 یہ لو جھٹ گیا آن کی آن میں
 نظر آتے ہیں جتنے تالاب خام
 میسر نہیں یہ بھی کپڑا اگر
 وہ پانی پہ کائی بھی جھنے لگی
 وہ ندی کا زرون پہ بہنا نہیں
 سون۔ چتے لد کے چتے سبز
 کنگ اور سُرخاب باندھو قطا
 کنارے کنارے وہ بگلوں کی صف
 برابر جو بیٹھے صف میں باندھ کر
 پئے سیراب لوگ جانے لگے
 یکایک اٹھا دشت سے وہ عبا
 دُری دیر گزری ہے اس کو بھی
 یہ دیکھا جو سب تو پھر زود تر

ابھی تک نہیں آتا سبوح نظر
 قیامت کا چھایا ہے کھر تمام
 نکلنے لگے لوگ میدان میں
 وہ اوڑھے ہیں کھنٹی کی چادر
 سنگھاڑوں کے تون ڈھانچے ہیں
 وہ کچھ دھار دیریا کی تھمنے لگی
 وہ پانی بھی جھیلوں کا سیلا نہیں
 چلے آئے کہسار کو چھوڑ کر
 آگے آگے جھیلوں پہ وہ بٹیا
 حوالے ممولے بطین۔ ہر طرف
 کچھین جدولین صفی آب پر
 شکاری بھی جھیلوں پہ آئے لگے
 ہوئے لوگ حیرت زدہ ایکبا
 نظر آئی کچھ فوج اشرا کی
 چلے جانب شمسب چھوڑ کر

پہونچتے ہی قلعے میں برناؤ پیر
 سنی اس نے جہدم یہ اُڑتی خبر
 دعاوی کہ اسے شاہ فرخندہ کت
 سنا ہے کوئی لشکر جنگ جو
 یہ معلوم ہوتا ہے ملعون شاہ
 سنایہ تو وہ شاہ فیروز جہ
 لعین اور کفران جب کہ ہم
 نہ تھا تو بھی قلعہ میں خوش صفا
 اب اس وقت جو مصلحت ہوئی
 کہا اُس نے اسے سرور سردار
 جو آتے ہیں آئے انہیں دیکھے
 بنیں تو یہ خدشہ رہے گام
 تر و نہ زخماں کچھہ کیجئے
 کہ سرکردہ فوج شیخ جلال
 ہے اک اور تدبیر جس حضور

کے پیش میں سعادت وزیر
 تو پہونچا حضور شاہ داد گر
 رہے تا ابد تیرا دیہیم دست
 ہے گہیر ہوئے شہر کو چارو
 خود آیا ادھر لے کے اپنی سپاہ
 ہوا یون سن سنج از روی قہر
 تھے اُس وقت صحرانوشست میں ہم
 مگر کھلی اللہ نے اپنی بات
 اسی کو سمجھہ عین مضی مری
 ہے قلعے میں اب لشکر بکیران
 ابھی سے نہ غم و غایکجئے
 پڑے روزاک جنگ تازہ ہو کام
 مگر حکم اس وقت یہہہ دیکجئے
 رہے ہر دم آمادہ بہر جدال
 نہ باقی رہے کوئی اہل غرور

بزمین جبہ لے کر تین دنگ
 کھینچ کر تو ہونگے دو اک دم نہیں
 کرے چاروں جانب سے خطر
 طلسم صیبت ہر اک راہ میں
 غضب کی دمان آگے شعلہ
 غرض راٹھری مناسب ہی
 کہا شاہ نے پھر یہ دستور
 جدائی ہو گواہ کی مٹا ہونین
 مقام طرب میں خدا کی قسم
 یہی جی میں آتا ہر اب آ وزیر
 تجھے سوئپ جاؤں یہ ملک پنا
 سنایہ تو بولا وہ دانا وزیر
 ابھی آپ چند ہی اسی جا رہیں
 خدا چاہے تو جلد یکسو ہو جنگ
 کر بستہ بھر اطاعت مدام

اٹھن کر لین جلق میں سر جان
 ابھی سو یہ خفیہ رہی بندوبست
 نہ باقی رہی ایک بھی کینہ خواہ
 جو بجا گین گرین سب سہی چاہیں
 اسی میں جلیں خوب یہ ہرین
 کسی کو نہ اس کی ہوئی آگہی
 کہ واقف ہو تو در دہل مس
 مگر وہ مصیبت کے پہرہ ہونین
 ہنیں چین دل کو مے کوئی دم
 روانہ ہوں میں سو مہر منیر
 رہے رات دن تو بصد غور و جا
 کہ کچھ یاد ہے حکم مہر منیر
 جدائی کا غم اور کچھ دن سپین
 روانہ ہوں پھر اب تو ہر پیر
 حضوری میں حاضر ہو یہ غلام

<p>غرض کیا مجھے عیش و آرام سے نہ چھوڑی رفاقت کبھی آپ کی فراغت جو اس جنگ سے نصیب جو یہ عزم ہے پہلے یہ کیجئے اوہر کی طلب پہلے درکار ہے مجھ سے سن کر ہوا خوش شہینہ اٹھا کر وہیں خامہ اشتیاق</p>	<p>مجھے عشق و آپ کے نام سے رہا ساتھ صحرا و وحشت میں بھی چلین و وزن سکو و ایدیب اجازت وہاں سگالیجئے کہ بے اذن جانا بھی شوار ہے کہ مہنی تھی حکمت پہ راؤ زہر یہہ کی صفحہ غم پہ شرح فراق</p>
استعارت	
<p>مری روح و سفاک نگین غدا رخ رشک گل کا ہر دست سے زو یہ رنگ طبیعت یہ جوش فراق کہیں اور ہی گل کھلائے نہ اب کہان تک ٹھاؤ نہیں یہ بار غم سین ہوں جان کنی میں کالو چوچر کے گرمی عشق نے ہوش کم</p>	<p>گلستان زخم جگر کی بہار سہانا نہیں اب مگر دل میں شوق تمہارے گلے ملنے کا اشتیاق کہ مٹی میں امید مل جا سب کہان تک ہوں تجھے مشتق الم تم اگر گلے سے لگا لو مجھے ہوا اپنے دامن کی دوا کے قمر</p>

کہو تم سے گہر جوتا قبول
 نہیں اب غل کا یا راسے مجھے
 گئی جان جہدم تم آئے تو کیا
 جوانی کو کہتے ہیں اہل تمیز
 ملو اس جوانی میں تم اچھوٹے
 میرے مری جانے سے خوش ہو کر
 بلا سے میں جی گزر جاؤں گا
 بلا سے تمھاری جیون یا مروں
 اٹھائے وہ صدے کہ گہرا گیا
 بنے جس طرح اب بلاؤں مجھے
 اگر میرے ملنے سے ہو ٹکوعا
 دعا ہے یہی خالق ذوالجلال
 مرے بعد پھر تم کو نفرت کہاں
 نہیں ہرج واقعہ میرے بغیر
 جو تم سنا بنا تا مجھے کردگار

لٹاؤں میں کیا کیا تمنا کیوں
 تمھاری جدائی نے مارا مجھے
 مرے بعد تشریف لا تو کیا
 بہار گلستانِ عمرِ عزیز
 یہ دن اور راتیں کہاں پہنچیں
 تو پھر کیا ضرورت نہ کو کچھ خبر
 کسی کو مگر خوش تو کر جاؤں گا
 مگر تم کو ناراض میں کیوں کروں
 لیون پر دم مضطرب آگیا
 رہا آمد و شد بتاؤں مجھے
 کسی کو کسی پر ہے کیا اختیار
 عدو پر نڈالے محبت کا جمال
 یہ ہر وقت کا رخ و زحمت کہاں
 مبارک تمھیں باغِ نبی کی سیر
 تو پھر کیا تمھیں تھے مری دوست

<p>تختار سو کون ہر اب شفیق مرے حال کی ہر تہین اخیر مقامِ طرب نکالو انھین مری خستیاں جو ہوتی اجل کردم وہی جس میں تم خوش ہوا ہیں جب تک کہ گلشن میں استادہ رہو چلتے پھر گلستان میں تم کہی شوقِ سدی کے نایت بات</p>	<p>مرے غم کا ساتھی الم کا رفیق کرو دشمنوں کے نہ اب درگزر طلسمِ مصیبت میں ڈالو انھین تو اب تک نہ ہوتا یہ رد و بدل دعا پر میں کرتا ہوں اب قصار ہیں جب تک خزانہ کی یک دندر سلامت رہو باغِ امکان میں تم پھر آنا انھین پاؤں ای خوش صفا</p>
تائید و نصرت	
<p>پلا سا قیاساً لطفِ یار پلائے قیوداتِ سدی نجات گھر اہوں میں ابنوہِ ادھم قریب آتی جاتی ہر اب دو پھر صدائیں سب نکلنے لگی قریب لگی وہ درخت کی چھاؤں</p>	<p>کہ ہو یا ر تائیدِ پروردگار کہ قائم رہوں صورتِ محضِ ذات و کسا حکمِ نفرت خطِ جام میں گھٹنے لگی برف کہسار پر ہوا بھی دُری تیر چلنے لگی ہوئے خوبابو میں بابتہ پاؤں</p>

<p> وہ پانی سے پھرنے لگے جانور نظر پانی پر تیر سلائے لگی وہ منڈلا رہے ہیں مگر کچھ غن وہ اڑتے ہیں تالون پہ بھی کچھ طیور وہ پی پی کے پانی بچھنے لگے تو کیا کیا کلیلون پہ ہیں جانور وہ تکتے رہے سایہ اشجار کا کہ فرصت ملی دو پھر ہو گئی ہیں ڈوبے لڑائی کو سامان میں کچھ چاروں میں کیا گونج اٹھی صل ترائی میں بادل گر جتے رہے فراہم ہوا شکر بیکران کہ شاید ابھی اور آئیں شیر مگر شاہ ملعون کو جوش ہے وہ قلعہ کی چاروں طرف چھا </p>	<p> چرائی سے پھرنے لگے جانور وہ ہر لہر بجلی دکھانے لگی بہت صاف گوسپہر کہن و ختون پہ بیٹھے ہیں کچھ دور دور بہر اور چستیل نکلنے لگے ہوئے آب شیریں جو بہرہ ور جو شکر کون پہ مزدور تھے جا بجا بکے بارہ سب کو خبر ہو گئی مگر وہ پڑے ہیں جو میدان میں یکایک یہم رطبل جنگی کجا کئی روز نقارے بکتے رہے ہیں تین ن یونہیں طیار یان ہو ہو کے مین میر عاوت فیر اسی وہ دانستہ خاموش ہے اوہر جتنے افسر تھے سب آئے </p>
--	--

<p> غضب خان جو مین اس لڑیا ہے لینا مجھ انتقام لعین کر و قتل ان سب کو اک آن مین بڑھو میر تسلیم و تیخ الرضا بہم نار اور نور یک جا ہو نہ نکلا مگر اس لڑائی سے کام اجل بخت ملعون کو روتی ری فریقین گھبرا گئے جنگ سے یہ کہتا ہے اسے خسر و غنیمت سمجھتا ہے یہ جماعت قلیل نکل آئیں فوجین کین گاہ سے پہنچ جائیں گے دن و صلیبیدر چلی آئی مٹی ہوئی تا فصل چلے آئیں گروہ و باستے ہوئے نکل کر اٹھیں گھیر لے اپنی فوج </p>	<p> بڑھو میر جنگ اور آغا ہوا پکارا یہ ملعون از رو کین کر و کوششیں آج میدان میں ادھر سے حکم شہر با خدا جو یہ دو وزن لشکر صف آرا ہو ہوئی جنگ مغلوبہ وقت شام یونہی جنگ مغلوبہ ہوتی ہی کئے تین دن اور اسی نگ سے اٹھا ہے وہ میر سعادت و فخر وہ ملعون مرد و درت جلیل اگر حکم پائیں لب شاہ سے ابھی چاشت ہے اور آغاز جنگ جو لڑتی ہے اس وقت فوج تسلیم ہٹیں گے جو یہ مار کھاتے ہوئے جو ہو جائیں کیجا وہ مانند فوج </p>
---	--

<p>اسیدم بکیم شہ نامور گھرے جس گھڑی وہ کمال زبون لے جب یہہ دوشکر شہا کسیکو نہ باقی رہا تن کا ہوش کہ اتنے میں اک لشکر بے حساب ہوا اہل قلعہ کا اگر حسین بڑے یہہ جو باکین اٹھا کر ہوئے ریا اور کبر و ہوا و غضب جوناری لڑائی سے زندہ بچے گرے اس میں جو بول در و ناک نشان بھی ملا پھر نہ بدخواہ کا مگر شاہ کو ہے یہہ حیرت کمال</p>	<p>یہہ پہونچا دی فخر نے نسب کے خبر نظر آئے مور و تلخ سے فزون زمین پر قیامت ہوئی آشکار مگر فوج نلعون ہوئی سخت کوش کہ چہرون پہ ڈالے پہونچا یہہ دیکھا تو خائف ہوا لڑکین تو بھاگے وہ سب دم و باہوئے ہوئے ساتھ تلحون کی ان سب طلسم مصیبت میں جا کر گرے وہیں ہو گئیں ہڈیاں جل کر خاک فقط رہ گیا نام افند کا کہ لے کہاں یہہ قدسی خصال</p>
--	---

طریقت

<p>چکا دے ابلے ساقی ذوق فزون نہ چھوٹا کبھی جام سے آج تک</p>	<p>کہ سخن الی رہنار اغیون کہ اعتجت و ایت خیر امک</p>
--	---

دے جا تو ساغر کہ تیرے بغیر
 دھلا دن سنہری ہوئی سطح
 دکھاتے ہیں چوٹی وہ زترین کجور
 چلے سوئے نے خانہ آزارند
 شعاعوں کے ٹیلوں پہ مین کچھ نشان
 وہ مزدور سڑکوں سے آنے لگے
 کچھا سرج پر وہ وہ افلاک پر
 وہ جو لکھ ابر میں دور تک
 شفق پہول کر یہ ہوئی خون نشان
 ہوا ہر طرف اک سکوت آشکا
 جو تھوڑی سی آتی تھی بدلی نظر
 ہو اچھٹ پٹا وقت بدلا سماں
 نہیں بدلیوں میں بھی ابے چمک
 فلک روشنی دیکھی کھونے لگا
 درخت اپنے چہرے چھپا دے لگے

ہے ویرانہ مجھ کو حرم ہو کہ دیر
 پہاڑوں میں چھپنے لگا آفتاب
 گیا جھاگ کر سایہ ٹاڑوں کا دور
 لگے ڈھونڈنے آشیانہ پرند
 چلے گاؤں کو لے کر گلے شبان
 سر کو مسافر بھی جانے لگے
 نہیں آتا اب زرد سورج نظر
 ہر آن میں بھی یاقوت کی چمک
 بناء صفت لگے آسمان
 ہوا کم ہوئی ٹھہری دریا کی دھما
 وہ سونے کا پتھر بنی سرسبز
 لگا کھونے جد شب آسمان
 بنا گسبہ رنگ سونے فلک
 اندھیرا سا باغوں میں سہنے لگا
 بخارات و دیا پہ چھانے لگے

اندھیرا ہوا خوب ہر راہ میں
 اگر سوار سی وہ اک جوان
 قریب کے اس نے اٹھائی نقاب
 اسے یہ تو ہر شوق شہ کا شیر
 یہ فرمایا شے کہ اسے غلکار
 کہا اس میں دو شخص سوار ہیں
 میں بیان کہ محکوم نیرنگ ملک
 کہا کیوں یہ ڈالے ہیں منہ پر نقاب
 گیا شوق یہ کہہ کے کہسار کو
 گیا لے کے شہان کو خلوتیں ساتھ
 اٹ کر نقاب ان کے رخسار سے
 کہا شوق ہی کہہ لے غلکار
 وہ بولا کہ ہیں راج پر اب نصیب
 گیا لے کے جن دم میں نامہ مان
 بہت غور سے لے کے نامہ پڑا

جلیں مشعلیں شکر شاہ میں
 پایا وہ ہوا سوئے قلعہ روان
 تو بولا وزیر الممالک شتاب
 وہ نہو چا حضود شہ منظر
 یہہ میں کون مردانِ حمت شہا
 تمہا تملکی کے مختار ہیں
 یہ ہیں نصرۃ الدولہ تائید جنگ
 کہا ہے یہ نامہ مومن سے حجاب
 بلا لایا ہر ایک سردار کو
 بٹھایا پکڑ کر محبت سے ماتھ
 ملایا وزیر و مناد اس سے
 بیان کر جو لایا ہو پیغام یار
 کہ طالب ہی خود اس کا وہ چلیب
 ہوا مہر مجھ پر بہت مہربان
 بلا کر پھر ان افسروں کا کہلا

اسی وقت مع اپنی لشکر کے سب
 یہ کہنے لگا مجھ سے وہ عرشِ جا
 اُسی راہ سے اُس کو لانا اور ہر
 یہ کہنا تو اُس سر کہ سب چھوڑ کر
 جسے چاہتے ہیں بلا تہین ہم
 یہ بے اسکو دینا تو لوحِ یقین
 مقامِ اول اور سکا ہی بابِ مجاز
 ہدایت کرے لوحِ جس بات کی
 جو اوڑھی حیرت کی حد آئی گی
 نہ دیکھے گا کوئی تو اپنے سوا
 وہاں جو گذرے گا ہے دشتِ ہو
 جو کچھ حق ہے دیکھے گا تو بس وہاں
 وہاں ہی آگے ہی سبز زمین
 یہاں تیری نظروں میں ہے لقا
 بس اک عالمِ قدس ہو گا یہاں

روانہ ہو سوتے مقامِ عرشِ جا
 یہاں آنے کی ایک قریبِ کراہ
 کہ ہو منزلوں کی اُسے خست
 اور ہر آطلسمِ خودی توڑ کر
 نظر کر وہ اپنا بناتے سن ہم
 بتا دے گی منزل کا یہ سب کہیں
 یہ کہنا کھلے گا وہاں علمِ راز
 وہاں تجھ کو انبہر کرنا وہی
 تو یہ لوحِ آئینہ بن جائیگی
 انا الحق کی ہر صحت ہو گی صدا
 نظر آئے گا ایک ہی چار سو
 نہ ہو گا کوئی واسطہ درمیان
 ملیں گے یہاں پہلے تجھ سے یہاں
 رہے گا نہ کوئی ہمارے سوا
 تعدد نہ تفسیر کا کچھ نشان

<p> ہین و کہلانے پر تھمہ کو سار مقام نہ دوزخ بیان ہے نہ جنت ہے کچھ وہی کفر ہے جو کہ ہے غیر یار نہ زنا رکھ ہے نہ اجرام کچھ ہے اخلاص و مطیع عشق صاف بیان غیرے آشنائی نہیں جدہر دیکھے یار ہی یار ہے مگر اسے نظر کردہ ذوالجلال ہینن تو رہ قدس کیا دورے مرے ساتھ ہوتا تو شیر و شکر کہ اس شان کا خاص محبت ہی نام کہ یہ سب ہے اپنی عنایت کا ہیل وہ کہا یا کرے تا ابد ٹھوکرین کہ لے آئیں یہہ تجھ کو آرام سے جو وعدہ کیا ہے کرین گے وفا </p>	<p> ہینن منزل عشق میں انتظام نہ شیطان کچھ ہے نہ طاعت ہے کچھ نہ چہرہ کچھ ہے نہ کچھ اختیار نہ ہے کفر کچھ شے نہ اسلام کچھ نہ ترتیب کچھ ہے نہ کچھ اختلاف روئی کی کسی جا سمائی ہینن نہ اقرار ہے کچھ نہ انکار ہے نہ میں ہوں نہ تو ہے نہ ہی حال تری اس میں تعلیم منظور ہے ایک مارے سے کہین پیشہ ہینن ملتا ہر شخص کو یہ مقام جسے چاہیں کہتے ہیں ہم اس میل نہ جس کی ہم اس میں ہدایت کریں روانہ کئے دو دوزیہ اس لیے کہین گئے ابد تک نہ بھگو جدا </p>
---	--

<p>شایہ تو وہ عاشق منتظر وہاں جتنے قلعے فلک قدر تھے مقرر کئے اپنے نائب وہاں شاخو ان رب یگانہ ہوئے</p>	<p>اٹھا صاحب فرمان ہر منبر حوالے کئے خانِ تقدیر کے سحر ہوتے ہی ہو گئے سب ان سوئے قدس پانچون روانہ</p>
<p>غرض</p>	
<p>چلے سا قیاد و رگم ہوں حواس اٹھا جامِ زرین پلا بید رنگ دھلے زعفرانی شرابِ نیا وہ ہو آئے آمون پہ ہی کیا سما دیکھاتے ہیں چار بھول ان بھول ہے اس زرد چادر میں اتنا اثر ہوا کس نے یہ آبِ زربقیاس یہ زربفت اور کامِ انی کا کام یہ مستی دکھائی ہے ہر بھول نے نظر طرفہ تر رنگ لانے لگی</p>	<p>کہ جو بن دکھائے بستی لباس کہ عاشق کو حصے میں ہر زورنگ کہ مستی میں کھولوں میں رازِ حیا چمکتی ہیں پھر راج کی کلغیان ہیں پردہ و رنگ چھوئے سر پہ لگی اوہ ہر جا کے آتی نہیں پھر نظر کہ ہر بہت کا ہے بستی لباس کیا کس نے مغل پہ یکساں تمام کہ آنکھوں میں سر ہون لگی پہون ہتیلی پہ سر ہون جاسے لگی</p>

<p> وہ سو جھی نہ سو جھے جو قزاق کو قیس بون پہ زردی سہی کھالی چھڑے اور چھاگل بجانے لگی پنچائی مے موسم نے چھا کھی بنار شک کشمیر ہندوستان وہ پہنے ہر اور کیل ہے زرد پھول کہ یہ قدرتی زرد موتی پھلے کہ قدرت نے کھینچے ہیں سو کھار لٹکتی ہر سونے کی یا پھلری دکھائی ہیں سونے کی جگنو کنیر بوڑی زکوشن اینہن کس نے آب بٹھائی ہر قدرت گنڈن کی ڈانک لٹکتے ہیں اب بکے تعوید زور بلاق ایسکو سو فی کے کس نے دھڑ سنہری اسبریل کی بالیان </p>	<p> چلی لوٹنے رنگ عشاق کو طبعیت جو یہ لطف اٹھا لگی سنہری ہوئی سن کی کپی چلی گلے میں کھجور روک وہ چمپسی وہ پھولا کسم غیرت زعفران سنہری اسبریل کی نتھہ بول چمکتے ہیں گوندی کے پھل دور چمک میں وہ سینکونکی ہر کیا ہر وہ پلتی ہر سرے کی سو کھی چلی جو بندے ہیں کچھراج کے زبیر مشرکی وہ پھلیان جو کچی تین ب وہ کیا کیا چمکتی ہر کھر کھی چھانک وہ لیمون جو تھے کاغذی سنہر تر پیار سی کسوخی ہے جو سامنے وہ پہنے ہیں سو کی بھی ڈالیاں </p>
---	--

وہ گیسند کی شاخیں جو تہین بن کر	ہیں لٹکے گندن کے جھکے نام
ہوئی زرد و پک کر پھلی سیم کی	چمکتی ہیں کیا جلیساں چمپی
خزان بھی ہر گویا بعض اشجار کی	وہ ہلتے ہیں پتے شہرا بھی
وہ چمپا کہ جھلتا وہ لا جو رو	ملا کیا ہی جھومرا سے زرد زرد
اٹھائے ہوئے ہاتھ سونگھی	دکھاتی ہے سونگی وہ آرسی
ہوئی الفت ایسی اسے مہر کی	کہ بڑھ بڑھ کر گندن کی گنگن بنی
جو داؤ دی کے زرد غنچے کھلے	کرن پھول ن کو کہاں سے ملے
وہ پہنے ہوئے سبز پتے کہین	گل اشرفی کی حمال حسین
ہری گودھ کیلے کی تھی جو ادھر	بنی جھاڑ کھنکھ جاح کا سر بسر
لے جام زرتین بعد آفتاب	وہ کیا زرد زرد آج پھولا گلاب
پیتے کو۔ امرو کو۔ شکل ورد	دے گیسند کس شوق زرد زرد
سٹہری جو گویا ہیں پھول آدھین	کٹوری یہ سونگے کے اوندھائی نہیں
چھٹک کر زبرد گوندوں پہ پیر	اٹھایا ہے بسین کا کس خمیر
وہ پھولوں پہ ہر سمت چھایا بہت	وہ بلبل بھی گاستے ہیں کیا کیا
عجب بہت خوشبو ہو روئی آن	کہ پر ہنیر گارون کا بدلا مزاج

در حقون وہ اُتری آتی ہے وہ ہوا
 پڑا زرد کرنون کا عکس آب میں
 جوارتی ہیں مرغابیان کچھ اوہر
 لئے جاتے ہیں آج اہل عقل
 بستی جریہ جامہ ہر بشر
 ہے معشوق یا خدا درو ہے
 نہ کیوں اتنی زردی یہ ہو عقل
 مگر دم محبت کا صبر تا ہوا
 لئے ہے کسی کی محبت میں جوگ
 غضب ہو گا اُس کا رخ دلپذیر
 رہ کُنڈن سا چہرہ دکھتا ہوا
 بستی فقط ایک تہ بند پاس
 رفیق اُس کے کیا کیا محبت شمار
 مزاج اوسکا ہوم سنبھال ہو
 جبین عیان نثر شاہنشہ

زمین پر بھی سونا چڑھاتی ہو وہ ہوا
 ہوا زرد پانی بھی تالاب میں
 اُڑاتی ہیں سیلو وہ ہر تال پر
 کوئی زعفران کوئی شبنم کوئی پھول
 کہ ہلدی بھی شرماتی ہو دیکھ کر
 جسے دیکھتے زرد ہی زرد ہے
 یہ چھایا ہوا اُڑا کر کے عاشق کا رنگ
 وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا
 وہ سنتا ہے بس جو گیا اور بروگ
 ہے پروانہ جس شمع کا مٹی طیر
 وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا
 سجیلے بدن پر غضب کا لباس
 حسین و طہدار عالی وقار
 وہ سانپ استینوین پائے ہو
 فقیری میں بھی صولتِ خسروی

<p>پراس پر بھی ہر لحظہ سے گرم ناز ہو ازلف جانان کا تازہ اسیر اٹھاتا ہے کس ناز کی سحر قدم کہ بس سپین الے دو عالم کو دل ذرا دیر سائے میں ہم لیجئے جے گایہ آسن دریا پر کہ سورج ہوا دیکھ کر بدحواس اُسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا بہت نام ہی سن کر عاشق ہوئے خدا جانے یہ کون جوگی بنا</p>	<p>بھرا پاک دل میں کسی کا نیاز یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر جو چلتا ہے وہ نو گرفتار غم چلا اس اداستہ وہ شاہِ چکل جو کہتا ہے کوئی گرم کیجئے تو کہتا ہے وہ ہنس کر اوجھل کھلا اس پہ ایسا بسنتی لبکا اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے زمانہ کل اُس کا بروگی بنا</p>
<p>دکھا مجھ کو نشہ میں سیر حیاں دے جاتو بھر بھر کے جامِ شہزاد کہ ہوں ذوقِ مستی میں یہ پیش اٹھا خون میں ڈوب کر آفتاب</p>	<p>پلا سا قیاسا غریبِ نشان کہان کی حیا اور کیسا حجاب پلا دے سنے وصل کے غمِ کرم شفق نے جو چھڑکا فلک پر شہنا</p>

<p> اثر نیند کا صبح کو نہ لگی سحر مل کے غارہ ہوئی خندہ زن ہوا جاوہ پیا شہ پٹیر بلا گرد اقبال فیروز مند وہ شاہ زمانہ اسی شان سے نظر آیا وہ ایک باب بلند یہ کیسی عمارت ہو کیا نام ہے وہ بولے کہ ہے کوئی شہر حجاز کہا کس کہ ہے زیر فرمان یہ شہر کہ اس کا بھی حاکم ہے مہر شہر وہ ان کا ہے کچھ اور بی انتظام کہا شہ نے دیکھوں گا میں بھی آئے کہ ہر شاہ راہ محبت قریب نہ ز بخار جا میں اوہر کو حضور وہ اک راہ ہے دور و تاریکے </p>	<p> تجلی رخ مصر وہو نے لگی لگی پہوٹنے زعفرانی کرن جلو میں وہی اسکے چارون شیر لگائے ہوئی چتر بخت بلند چلا جا رہا ہے عجب آن سے رفیقوں سے بولا وہ اقبال سند بھلا اس کا جنگل میں کیا کام ہے اسی کا یہ باب غفلت تاب ہوئے حرف زن یوں وہ فیروز بہر پراس عاشق صادق مٹیر نہیں ستر عشق سے اس کو کام یہ سن کر یہ کی عرض صحاب نے اوہر جانے سے ہوگی رحمت نصیب کہ پھیر اس طرف سے پڑ گیا ضرور بہت کم نکلتے ہیں اس سے بشر </p>
--	--

کہا شاہ نے یہ مرے دل میں ہے یہ کہہ کر چلا سو شہر حجاب ادھر کے ارادے جو کامل ہوئے نظر کی جو پھر کرا دہرا وہ ادھر جو پیش آئی راہ اُمید و ہوس چلا شوق پر سو مہر منیر کہ سب کیہوں جو پہلی فنرل میں بڑھے آگے یارانِ حکمت آب وہ سب باب غفلت میں داخل ہوئے تو اک دوسرے کو نہ آیا نظر پریشان ہو پاچون شکل حواس یہ سمجھا لے گا وہیں منتظر	
---	--

حیلہ

اٹھا سا قیا جام مہبائے ناب پلا سا غر عشق وہ ہمیشہ بنا نشہ نئے کو وجہ سرور گیا شمس جو تابہ نصف النہار ہوئے دھوپ گرم و شہ جلال صف آرا شمعون کا شکر ہوا سُنو حال اب شاہِ آفاق کا چلا جا رہا ہے اٹھائے قدم کہاں تک پھر دنِ شتِ غم میں آج کہ ٹپکے نگاہوں رنگِ جلال ہے دنیا میں درکارِ حیلہ ضرور بنی سطحِ بحر روانِ شعلہ زار دکھانے لگا مہرِ تابانِ جلال درختوں کا سایہ برابر ہوا بڑھا حوصلہ چشمِ مشتاق کا ہنیں کچھ رفیقوں کو چھپے کا غم	
---	--

کیا ہوگا کچھ دور شاہ جہان	یکایک ملا دشت مازندران
وہ صوایہ از بول و خوف و خطر	کف دست میدان آیا نظر
نہ پانی کہ تازہ ہو جان خیزن	نہ سایہ کہ دم لے مسافر کہن
نہ جانے کار سہ نہ جا قیام	جد ہر دیکھو سنسان جنگل تمام
تھکا جوہ شاہنشہ نامدار	ہو آستگی سے بہت بوقرار
نظر آئی جو شکل عیبارگی	زمین پر گیا بیٹھے عیبارگی
کہاتے میں باند نخل کہن	دکھائی دیا شبہ کو اکاہر من
وہ غول بیابان سے دیکھ کر	یہہ سمجھا و یا حق نے خلواتر
پڑھا کھول کر منٹھ سوئے پادشاہ	مگر ملتے ہی اس خریج سگاہ
جلال محبت اثر کر گیا	وہ ہستی سے اپنی سفر کر گیا
گرا ہو کے بے خود وہین خاک	یہہ دیکھا تو اٹھا شبہ دادگر
زناہ و ترشہم زراہ کرم	کیا پڑھ کے اس وقت کہیں سہم
ما سے ہوش آیا تو پروانہ فار	ہوا اس چراغ کرم پریشار
چڑھا کر اسے دوش پر ناگہان	ہوا دشت میں شکل مصرع روان
کیا ہے فوری دور وہ بادفا	کہ دیوون کا شکر نمایان ہوا

پیادہ ہوئے سبائے دیکھ کر
 کہ بیشک یہ دیو یوں کا سردار ہے
 بہت کام نکلیں گے اس سے یہاں
 کہ اس دیر نے آن کی لکن میں
 ہوا گرم سامانِ شیش و نشاط
 کہا شہ نے تو کون ہے کیا ہونا
 میں ہوں دیو حیلہ مرا نام ہے
 ہیں جتنے یہ باشندہ دیو سا
 مرے زیر فرمان ہیں آشاہ و
 یہاں کوہ پیکر ہی رہتے ہیں سب
 گیا تھا سوئے دشت بہر شکار
 مگر جب سے میں اس تحیر میں ہوں
 کہ کیا اس سفر کا بہانہ ہوا
 سنائی اُسے شہ نے کل داستان
 یہ سب کہہ چکا جو شہ خوش نہاد

تو سمجھا وہ شاہ شہ وادگر
 مری دوستی کے سزاوار ہے
 اسی فکر میں ہے شہ ووجہاں
 اتارا اُسے لاکے ایوان میں
 بڑھانے لگا دم بدم ارتباط
 کہا اُس نے اے شاہِ عالی مقام
 حفاظت یہاں کی مرا کام ہے
 تنو مند مانند نخل چنار
 کسی بات میں غدر ان کو نہیں
 اسی سے ہیں دیو کہتے ہیں سب
 ہوا آپ سگراستے میں دو چار
 گرفتار بندِ قفسِ گریں ہوں
 یہاں آپ کا کیونکر آنا ہوا
 کیا راز پوشیدہ سارا عیان
 اگر اُس کے قدموں پہ دیو زار

اٹھا کر سراسر کا شہنشاہ نے	گلے سے لگایا بڑے پیار سے
کہا اس نے ہوں سخت نادم حضور	مجھے سمجھیں پر اپنا خادم حضور
محبت کا دل سے خریدار ہوں	اشارے پر مرنے کو تیار ہوں
ہوں جہدم جہان آپ جلوہ فرخ	ہے خدمت کو حاضر یہ حلقہ بگوش
یہ کہہ کر کیا یاد خاصہ شتاب	چنانچہ پیش سلطان عالی جناب
شہ دو جہان تخت ناول کیا	ادش اپنا سب کچھ بیکر دیا
رہا کچھ دنوں جو وہاں رہا میر	ہوئے مرد و زن سا فرمان پذیر
بلا کر یہ جیسلمہ سے اک دن کہا	کہ اس مہر میں پر بہت میں رہا
ارادہ ہے چندے سفر کیجئے	کہیں چل کے کچھ دن بسر کیجئے
یہ شکر بہت عذر اس نے کہے	نہ مانا کوئی شاہ آفاق نے
کہا اس نے اے شاہ میر وزیر	بہر حال ہوں میں تو فرمان پذیر
یہیں آج شب بحر بسر کیجئے	وہ صبح غم سفر کیجئے
بیان سے ہر نزدیک ملک و قاف	بہت پر فضا ہی بہت پاک و صاف
وہاں بین انسان جیسے سین	کہیں ایسے دنیا میں کچھ نہیں
کہ وہ جا چمکے گا ہے ملک مسر	پری عورتیں ہیں پری نادمو

<p>بین بنفلسی کا بھی نام و نشان غضب شوخ و آفت ہر تہ تیغ دمان کی بھی کچھ سیر فرمائیے پھرین آپ کا ندھے پہ میرے سوار کہا شہ نے بہتر ہے یہ بھی ہی</p>	<p>جو اہر پری ہے دمان حکمران ہنن حسن میں کوئی اُس کا نظیر جہان چاہے جی پھر دمان جائے میں ہر وقت ہر جا ہوں منتگزار دین چل کے دیکھیں در و دلگی</p>
ملکِ قاف	
<p>صبحی پلا ساقی زود تر وہ دے کہ گوشت ہباز اٹھا جام زرد و کریمہ حباب شبِ بہ کی ٹھنڈی ہوئی گریبان دمِ صبح سیند و رائے لگا اٹھانے لگا مہر تابان نقاب زمانے پہ چھایا جو رنگِ سر اُڑا لے کے وہ دیو مازندران نظر آیا اک شہر مینو بہشت</p>	<p>کہ ہے عین مستی میں غمِ سفر جو بہکون بھی تو راہ پر آرہوں سر پایا بنا مجھ کو روح شراب شعا عین دکھانے لگیں شوخیان چراغ کو اکب بجھانے لگا تجلی میں چھپنے لگا ماہتاب دمان سے کیا شہ نے غمِ سفر ہوا پانچوین روز داخل دمان سواد اُس کا رشک یا مہشت</p>

<p> بھلتی ہے بادِ بہاری کہین کہین لالہ خود رو کہین ارغوان غرض ہر طرف وادی مرغزار جو یہ عالم لطف آیا نظر ہوئی محوِ نظارہ چشمِ حباب لب جو تہِ بخیل وہ بیٹھ کر کہین اڑتے ہیں ڈالیمون پر پرند نگاہوں کا اس کی یہ چھایا اثر پھٹنے دامِ الفت میں سبے خوش و ام نخل کر سرریگ بنیاب سی بہت سیر سے دل کو فرت ہوئی اسی طرح وہ شاہِ عالی مقام </p>	<p> بہارِ دل سے چشمے میں جاری کہین کہین سنبھل تر کہین زعفران درختانِ سرسبز تازہ بہار تو اترا وہیں وہ شہِ نامور بڑھی بہرِ پاؤں ہر سو آب لگا دیکھنے جانبِ کبر و بر کہین سنبہرہ پر دوڑتی ہیں چرند کہ تخیل ہر سو ہوئی جلوہ گر غزالانِ صحرا ہوئے اسکے رام سڑپنے لگی ماہی آب بھی ہم آغوشِ خاطر مست ہوئی رہا گرم نظارہ نادقتِ شام </p>
جواہر	
<p> پلاساقیلے تیرے دم کی چیز اٹھا جام کر زود تر کامیاب </p>	<p> کہ مستی میں ہو ملکِ خواب کی میر بنیں تو کہاں پھر یہ عہدِ شباب </p>

مے وصل سے کر مجھے بے خبر
 شفق کی وہ سرخی ہوئی آسما
 لگا کر نے حل آسمان زعفران
 کنارِ فلک آگیا آفتاب
 یہ دیکھا تو سلطانِ عالی گھر
 ہوا چوک کے سمت پہلے گزر
 چپ و راست آراستہ ہر مکان
 عمائد بھی کچھ شہر کے ذمی وقار
 بہت گلِ رخون کو بٹھالی ہوئے
 وہ نازک سین جنکی عالم میں ہو
 وہ پھولوں کی کلنی لگائے ہوئے
 نظر آتی ہے شانِ جنِ فرین
 کھڑے ہیں وہ مالی اور ہر پیشہ دار
 وہ پھولوں کے گجر چمکتے ہوئے
 چلے آتے ہیں وہ ہزاروں نگار

قریب آگئی شام غفلت نکر
 سُنہرا ہوا آسمان کو مہیا
 بسنتی ہوئی سطحِ آبِ روان
 روانی سے رُکنے لگی موجِ آب
 بڑا جانبِ شہر مثلِ نظر
 تو دیکھا بڑے روسِ بہار
 ٹہلتے ہیں مسرت کیا کیا جوان
 چلے جا رہے ہیں فتنِ پر سوار
 وہ جاتے ہیں و گشتِ اُڑا ہوئے
 ہے ان سگائیں پارک میں کیا ہجوم
 نزاکت سے چابک ٹھالی ہوئے
 ہو کر کہانے نکلے ہیں کیا کیا حسین
 لئے کامنی اور بیوتی کے ہار
 گلوں کے گلے میں چمکتے ہوئے
 مزے لوٹتی ہیں نظر بار بار

تاشایون کا ہے یہ ازوہام
 حینون کا جھڑٹ جدہ دیکھئے
 بسا عطرین ہر اک کا لباس
 یکایک تفتح کنان وہ حبیری
 جھروکے سے تھی وہ تاشا کنان
 تو دیکھا کہ رشکِ مہر و آفتاب
 نئی وضع ہے۔ طرفہ انداز ہے
 بنائے ہوئے جو گینو کا وہ بھیس
 نقیری میں بھی ہے عجب غرور جاہ
 ہے گو۔ گرد میں روشنی رُخسلی نا
 بلا کی ہے چھل بل غضب کی ہنگ
 یہ دیکھا تو خفت ہو و صبر ہوش
 انیسون جلیسون اٹھ کر شتاب
 اُسے ہوش آیا تو بے حستیار
 گھٹے صبر و تسکین بڑھاد و دل

کہ چھلے تین کا ندہون کا ندہ تمام
 نظر کرو یہ حیرت کہ ہر دیکھئے
 سطر ہو جس سے دماغ قیاس
 گیا سوئے قصرِ خواہر پری
 پڑی اُس جوان پر نظر ناگہان
 ہر اک نو جوان مستِ حسنِ شباب
 ہر اک گام پر فتنہ پر داز ہے
 نہ معلوم چھوڑی ہے کیوں پناہیں
 مقرر کسی ملک کا ہی یہ شاہ
 چھپا ہے کہین خاک ڈالو اس چا
 نگاہین لگاتی ہیں دل پر چنگ
 گری کھاکے غش مہ بیت خود فرس
 سنگھایا اُسے عطر چھڑکا گلاب
 ہوئی کہینج کر ایک شاہ شکار
 ہوئی کثرتِ گریہ سے مضحل

کھٹکنے لگا سینے میں خارِ غم
 ستانے لگا خود بخود اضطراب
 ہوئی اُس کو ملنے کی حسرت کہا
 تھی ایک اُسکی ہزار گوہر پری
 کہ اس نوجوان نے تو مارا بچھے
 نہ لائے گی اُسکو تو مرجاؤنگی
 عوض اس کے دون کی زر و ملک ڈال
 وہ کہنے لگی خیر جاتی ہوں میں
 مگر لا ابالی ہے وہ نوجوان
 چلی وہ پری زاد محشر خرام
 کہا شاہ جی کیونکر آئے یہاں
 تکلف نہ ہو تو زرا آئیے
 نظر آتا ہے جو محل سانسے
 یہی آرزو ہے کہ اب یہ مکان
 کہا شہ نے جل دور ہو آپری

چھادول میں پیکانِ تیرام
 ہوا کارگرِ عشقِ خانہ خراب
 لگا چٹکیان لینے شوقِ وصال
 الگ کر کے اُس کو یہ کہہ لگی
 ملا اُس سے جلدی خدا رب مجھے
 تڑپ کر میں جی سو گدز جاؤنگی
 کروں گی تجھے ہر طرح سے نہال
 جو آتا ہے تو ساتھ لاتی ہوں میں
 میں کیونکر کہوں آئے گا خود یہاں
 ادب سے کیا چاکے اسکو سلام
 کہاں چائے گا ہی آسن کہاں
 وہاں تک تہم رنجہ فرمائیے
 سجا ہے اُسے خوب خدام نے
 بنے فیضِ مقدم سے رشکِ جان
 کسی اور سے جانکے کر د لگی

<p> فقیرون کو کیا اہل دنیا سے کام کہا اس نے اسے مالک و دوسرا جھرو کے من تھی شاہزادی بھی سمجھ کر مسافر یہ مجھ سے کہا وہ آئین تو ہو سر فرازی ہیں مرے گہر میں ہوں جو وہ رونق فقیرون سے اسکو الفت بہت کہا اس جوان نے کہ ادب سوا کہان شاہزادی وہ رشک سمن پریشان ولی میں کہان یہ جوا نہیں اس کے ملنے کی پروا کسی سے غرض مجھ کو اصلاً نہیں اگر واقعی دل سے یہ بات ہے تو خود آ کے مل جائے مجھ سے مسافر فقیر اور دل بے قرار </p>	<p> ہے ایسی تواضع کو میرا سلام ہے اس بات یہ مراد عا نظر آپ پر اس کی ناگہم پڑی کہ تو شاہ صاحب کو جا جلد لا کہ واجب کہان نوازی ہیں یہ غم خانہ بن جا عشت سرا ہے واحد مشتاقِ خدا بہت خوشامد سے مجھ کو بھاتی ہو کیا کہان میں مسافر غریب لوطن کہ بیٹھوں میں جا کر کسی گلے پا اگر وہ ہر شتاق تو کیا مجھے مگر دل نہ ٹوٹے کسی کا کہیں کہ منظور اسکو ملاقات ہے ہنیں ہم میں ہر گل کہان میں کہان پھر ایسوں کے رہنے کا کیا اعتبار </p>
---	---

طبیعت کا ایما جد ہر پاؤں گا
 یہ نہیں سیر کرتا چلا جاؤں گا
 یہ ہر شکر ہوئی دنگ وہ حلیہ جو
 کہا جا کے اُس سے کہ اے شعلہ
 نہیں چمکویہ نازا میری میں بھی
 بہت دُور ہے وہ فقیری میں بھی
 میں کہتی تھی تجھ سے نہ آئے گا وہ
 مجھے چمکیو نہیں اُڑائے گا وہ
 کہا تھا یہ گوشت کرا بخام نے
 وہی بات آئی مگر سامنے
 سخن معجزہ سحر گفتار ہے
 مگر ایک ہی شوق و عیار ہے
 میں داری گئی جلنے و دیر خیال
 ہے ایسے کے ہاتھوں جینا محال
 نہیں میرے کہنے کا اُس کو یقین
 تجھی کو بلاتا ہے ظالم و دین
 کہا اُس نے جو ہوئی ہوا ب سو ہو
 نہیں تالسی کن دل زار کو
 پر کھتی نہیں بات کہوٹی کہی
 فقیار ایسے ہوتے ہیں نازک مزاج
 وہ آتا نہیں تو میں خود جاؤں گی
 اُسے دل میں بٹھلا کر لو آؤں گی
 یہ کہہ کر مکان سے بحال تباہ
 اٹھی یک یک صورت و دوڑ
 وہ کو مھر کو لے کر روانہ ہوئی
 ہوئی پاؤں پر کہیں کی شکلیا
 قد مبوس شاہ زمانہ ہوئی
 یہ کی عرض ہے مایہ افتخار

یہ کیوں کفش خانہ سے نفرت ہوئی	یہ کیوں آپ کو مجھ سے شت ہوئی
کسی طرح محبت کے قابل نہیں	یہ سچ ہے میں خدمت کے قابل نہیں
غریبوں کا بھی مرد و غم چاہیے	مگر آپ کے تو کرم چاہیے
کہ الفت سے بھلا میں جھرتا ہوں	کہاں ایسے ہم لونڈیوں کے نصیب
کرین دولت و دین دل سب تیار	ہر روز یہ ہیں بن کج خدمت گزار
کہا اس نے ہم تو ہیں مرد فقیر	یہ حسن کر سنا خسرو غلطیہ
تو پھر کیا کسی کی بہن جستیاں	دیا چھوڑا اپنا ہی جب تخت و تاج
سلاطین آفاق مشتاق ہیں	کہا آپ بخت آفاق ہیں
بہنیں دوستی دشمنی سے غرض	خدا رکھے۔ ہیں آپ کو بے غرض
کہ بے عشق ہر زندگانی حرام	بچے تو ہے اپنی محبت سے کام
بہنیں سنہ کسی کو نہ دکھلاؤنگی	ضرورت آپ کو گھر میں لیاؤنگی
منگا کر ابھی زہر کھاؤنگی میں	کوئی اور صورت نکالونگی میں
نہ رکھے روادعا جزو نہ پرستم	خدا نے کیا آپ پر یہ کرم
خدا کو بھی دینا ہے اک ان جزا	یہ مانا کیا مجھ کو خانہ خراب
ہیں پر بندہ عشق ہم احسین	کہا شہ نے اس سے غرض کچھ نہیں

تریدل میں ہر درد سوز و گداز	ہنہیں تجھ سے کچھ اب ہمیں اتنا تر
جسے ہم سے الفت ہو وہ خوب	محبت کی گالی بھی مرغوب ہے
جو اہیر بولی کہ گوہر کینر	جنون خاومہ کب بھی یہ تمیز
مگر آپ مندرہ نوازی کرین	سرے درد کی چارہ سازی کرین
ہوں رونق و قراچیل کو ایوان	کرین سیر خوبان پرستان میں
یہ سنکر اٹھا وہ شہ خوش نہاد	چلا صورتِ مہج بادِ مراد
پری قاف کی دیو باز ندان	ادب ہوئے ساتھ اسکے روان
اسی طرح وہ سب کی سب آن میں	ہوے جلوہ گر آکے ایوان میں
غرض دیکھتا ہوتا ہر مکان	سیرِ مہچو چادہ شاہ جہان
تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اس قدر	نگاہیں پھلتی ہیں دیوار پر
کنول - جھاڑ فانوس پانڈی گلا	ہر اک وضع کے آئینے بقیاس
لگے ہیں تیرنے سے سب جا بجا	جنان کی طرح سارا کمرہ سجا
چڑھیں بتیان شک کا نور کی	تجلی ہر اک شمع میں نور کی
مثبت متعش و دوام سب	ہیہا ہر اک سازِ عیش و طرب
تکلف کے اسباب پہلے ہی	زیادہ ضرورت سے موجود تھے

<p>جوشہ کو پسند آگیا وہ مکان وہیں دیر تک گرم صحبت رہی فراغت ہوئی جشنِ راحت گجیب</p>	<p>اُسی جا کیا خاصہ بھی نقشِ جان بہم رسمِ حرف و حکایت رہی ڈرا دیر کو سورہے سب کے سب</p>
نقشِ سلیمان	
<p>پلا سامیتِ جام و من و حجت اثر بنای خود دستِ کردل کو شاد اٹھا بے جھجک ساغرِ لالہ فام جور اہی ہوا کاروانِ نجوم شفق میں چکنے لگی وہ کرن ملی روشنی مہر کے جام کو جواہر اٹھی بسترِ ناز سے حواج سے فارغ ہوا جب وہ شاد ہر نقشِ سلیمان بیانِ یک باغ کھلے ہیں نہار و نطرح کے گلاب چمکتے ہیں کیا بسملِ خوش نوا</p>	<p>کہ اٹھلا رہی ہر نسیمِ سحر دکھا نشہ میں سیرِ باغِ مراد مے وصل سے کر مجھ شاد کام ہوئی آمدِ مہر تا بان کی ہجوم سنہری ہوئی سقفِ چرخِ کہن اندھیرا نہ باقی رہا نام کو جگایا اے حسنِ انداز سے تو کہنے لگی اس کوہِ رشکِ ماہ کہ رضوان کا جس سے ہوتا زہِ بلغم وہاں اوپر پو لوں کا پھر کیا حساب سہا نیا ہی دقتِ ہر سیک</p>

کہتا شہ نے بہتر ہے چلے ابھی
 یہ کہہ کر اٹھے دو نون وہ بامراد
 ابھی ہیں وہ گو گو گلستان دور
 جو پوچھا در باغ تک وہ نگار
 دعائیں لگے دینے برگ چین
 ہر افش سبز بچھا لگا
 پھرے گرد آ آ کے مرغ ہوا
 روش خاکساری دکھائی لگی
 پڑھا دیکھ کر لب لبونے درود
 خوشی سے شگفتہ ہوا رو گل
 جھکا کر سر گیسوئے پر شکن
 بچھانے لگی صبح کا فریاد
 بڑا پیشوا کی کو جوش نو
 جھکی شاخ گل رسم تسلیم کو
 زر گل کیا باغبان بن شار

وہیں چل کے بہلا میں کچھ دیر جی
 چلے جانب باغ مینو سواد
 لگا کہنچنے دل کو طیسور
 قدمینے دوڑی نسیم بہار
 لگی لوٹ پاؤں پہ شاخ سمن
 قدم سپرہ جاہد اٹھا لگا
 بلاتیں لگی لینے مرغ صبا
 کہیں نرگس نکہیں بچھا لگی
 ہلانے لگی موچھل شاخ عود
 بڑھی عطروان کے خوشبو گل
 لگا جھاڑنے سنبل ترچن
 چھڑکنے لگی شبنم گل گلاب
 چلی رکھ کے سر خاک پرانجو
 اٹھے سر و شمشاد تعظیم کو
 نقدق ہوئی نو عروس بہار

کھلے پہل وہ آئے جو قتل جما خوب گلشن میں دربارِ عیش ترقی ہوئی وصل کے جوش میں ہوئے دونوں جہدم دامن جلوہ گر سجا ہے دامن ایک بنگلہ فیسر جو دیکھا ہے ارستہ وہ مکان رہین گوہرین آج ہم رات بھر اسی کو رہے مشورے تا بہ شام ہوا طبع شہ کو جو منظور یہ کہ ہر روز وہ شام سے چمکے مگر وہ پری غم سے گھٹنے لگی لگی کھانے وہ شعلہ روح و تاب	دے غنچہ ناشگفتہ فردل دیا تذر قدرت کے گلزارِ عیش اڑی بوئے گل ایلکے آغوش میں قرآنِ حبیب و صبر آیا نظر ہوئی جا کو دونوں میں بچلیں تو کہنے لگا اس سر شاہِ جہان چلیں گے سوئے خانہ وقتِ سحر کٹی عیش و عشرت میں وہ شبِ تمام ہوا آئینہ کار دستورِ یہ اُسی بنگلے میں رات کرتے بسر چھپانے سے بات اور گھٹنے لگی بڑا قرب اور بھی اضطراب
---	--

طبیعت تو تابو سے جاتی رہی
بناوٹ سے لیکن چھپاتی رہی

ہدایت

پلایا وہ اسے ساقی عشق یار
 لکھا جام زر منجھ سے میر شتاب
 اوٹھا وہ مسراچی جو ہادی
 اندیرا گیا غرب میں شام کا
 وہ ہتھاب سے پھول جھڑ لگے
 شبِ ماہ جلوہ دکھانے لگی
 لب جو نظرائی اک بار گاہ
 نقش سراپردہ سبز فام
 لب جو ہے سرو چراغان کا باغ
 فروزان ہیں ہتھابیاں اس قدر
 وہ لہرون میں عکس تجلی کی صنو
 ہوائی کا گردون پہ وہ چھوٹا
 وہ چرخ کا چرخ اور بانوں کا توڑ
 وہ پتھول فرشی وہ فرشی نامار
 یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ زن

کہ دنیا کا سب سے بچہ کاروبار
 ہوں فرزند پیر مغان میں خراب
 ندائے زل کی منادی بنے
 ہوا اور اب بدر کے جام کا
 زبرد پہ الماس جڑنے لگے
 زمانے پہ حیرت سی چھان لگی
 فلک قدر کیوں چشم عرش جا
 جواہر نگار و مطلقا مام
 کنارے کنارے منور چراغ
 کہ غالب ہے نور ان کا ہتھاب
 رزقی ہوئی وہ چراغوں کی کو
 کرن کا وہ ہتھاب کی پہوٹا
 وہ جھاڑوں کا چکروہ دریا کا موڑ
 وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار
 کھلے چاندنی پر چمن کے چمن

مسالاجرا انہیں وہ گلشن
ابھی تک چلتے ہیں گل جا بجا
غبار وہ ڈوبے ہوئے سر
ہوا پر کھلا خوب تاروں کا باغ
سیر شام اک دن گل آفتاب
شفق کی چمک منہ چھپا فر لگی
ستارے ہو چنے چربوہ گر
پر زیا د گل چہرہ در شک حور

جواہر نے کی بزم آراستہ
را لطف محبت بہت دیر تک
کئی نصف شب تنہا ناگہان
قدم رکھتے ہی بستر تازہ پر
تو کیا دیکھتا ہے حکیم قدیر
جگتا ہے جذب دلی سوچے

وہو میں کا نہیں نام کو ہی نشان
ذرا بھی نہ چادر کو دست لگا
ستارے بنے دیکھے چرخ پر
ٹپا خون کے قلعوں پہ چکر چرخ
لگا ڈالنے زعفرانی نقاب
سیا ہی سے ہمت چھان لگی
جلایا فلک نے چراغ تہہ
ادب کے کھڑے ہیں تریا در

بلائے حسینان نو خاستہ
جہاز نگ عشرت بہت دیر تک
ہوا مائل خواب شاہ جہان
ہوا نشہ خواب سے بخیر
منیا بخش بالین ہے ہر منیر
اٹھاتا ہے آہستگی سوچے

مصاحف

پیش

لیا گو دین خوب سا کر کے پیار
 کہا پہر کہ اے عاشق منتظر
 شبے روز تو علین و عشرت میں
 اگر وصل منظور ہے اچھے شتاب
 چلا جا یہاں سوئے راست تو
 گئی ہے وہ شہر ہدایت کو راہ
 وہ محبوب حق اور رحمت لقب
 ادب سے دمان عرض کر تو یہ بات
 مجسم ہیں رحمت وہ فخر حیاں
 گمان کبھی زائد تجھے دین گے وہ
 دکھا دین گے تجکو وہ باب نجات
 شتاب اٹھ کہ غفلت کیہ دن نہیں
 نکل کر اسی باب پہروران
 دمان راہ میں کچھ بکھیرا نہیں
 یہہ سنتی ہی چشم اسکی واہو گئی

دعا دی ابد تک رہے کامگار
 رہے گا پرستان ہی میں اسیر
 مجھے بھول کر خواب غفلت میں ہے
 کہ ہو روضہ قدس میں کامیاب
 یہہ سب یاد رکھنے کم و کاست تو
 ملین گردان چربیب الہ
 انجین کے ہین قبضے میں یکتا
 کہ دکھلائی تجھ کو باب پنجاب
 بڑھائیں گے تیرا بہت غرور و شان
 تجھے اپنا محبوب کر لیں گے وہ
 کرین گے عطا حاصل کائنات
 رہائی بغیر ان کے ممکن نہیں
 ہر پھر دوسری منزل پر کاروان
 کسی طرح کا پھر تجھ سے لانا نہیں
 وہ ساری کدورت ہوا ہو گئی

مے شوق میں تازہ جوش اگیا
 کسی کی محبت نہ باقی رہی
 کسی طرح کا پھر نہ آیا حسیال
 نہ پھر ریب کی طمطراقی رہی
 ہوئی روح پاکیزہ سرور ول
 جھلکی ہوئی چپکے چلوہ گر
 وہ تن صاف آئینہ سان ہو گیا
 ٹپکنے لگا ہر سخن سے اثر
 اُسے دہم دم بڑھ گئی فکر مہر
 حیاتِ ابد سے ہوا کامران
 اسی گل کی بس یاد رہنے لگی
 اسی وقت پہونچا جو اہر کے پاس
 تو دیکھا کہ اشکون سے تکتے ہیں تر
 لبون پر صدا آہ و زاری کی ہر
 شجائیت ہر کچھ نجات ناکام کی

اُسے عین غفلت میں ہوش آگیا
 کسی کی رعایت نہ باقی رہی
 ہوا خود بخود دور رنج و ملال
 فقط یاد و تصدیق باقی رہی
 بنا سرب لمعہ نور ول
 چمکنے لگی برق بن کر نظر
 ازل کا وہ جلوہ عیان ہو گیا
 بنا عیب بھی ایک اعلیٰ ہنر
 کوئی دم نہ گذرا بجسز ذکر مہر
 میسر ہوئی راحت جاودان
 طبیعت بہت شاد رہنے لگی
 پڑی تھی وہ کمرے میں اپنا داس
 تر پتی ہے وہ فرشِ کمخواب پر
 وہ تصویر سی بقیارسی کی ہر
 تمت ہر وصل و ملا رام کی

کسی کو بٹھائے ہوئے رو برو
 مزاد روا گفت کا چھٹے ہوئے
 یہ کہتی ہے اسے میرے رب العالی
 اجل و یکہر مجھ کو شرم لگئی
 کیسکو قلق کیوں گزرنے لگا
 اسی دہن میں بخود ہوئی اس قدر
 قریب آ کے اس دم شہرہ منظر
 یہ غفلت ہو کیسی ذرا ہوش کر
 نہ آئیں گے اب بار دیگر بیان
 پڑی جب یہ کانوں میں اس کو صدا
 تعجب سے حسرت سے کر کے نظر
 نہ اشکون کا لیکن تسلسل گیا
 تپ عشق دشمن ہوئی جانکی
 مجھ فوج کر ڈا لیے آئے
 کہا اُن سے کیا کوئی جلا دھون

تصور میں کرتی ہے کچھ گفتگو
 کیجیے یہ وہ ہاتھ رکھتے ہوئے
 یہ بیٹھے بٹھائے مجھے کیا ہوا
 میں اس سخت جانی سو گھر لگئی
 وہ بے رحم کیوں رحم کرنے لگا
 کہ آنے سے اس کے ہنسن کچھ خبر
 پکارا کہ اسے تازہ غم کی امیر
 ہمارا ہوا اس شہر سے اب سفر
 خدا جا کل تو کہہ ان ہم کہاں
 تو اٹھ بیٹھی گھبرا کے وہ ملقا
 لجا بی بیٹ پہلے وہ دیکھ کر
 کہا آج پردہ مرا کھل گیا
 رہی آرزو اب نہ ارمان کی
 تو پھر جس طرف چلے جاتے
 نہ قائل نہ میں ظلم بنیاد ہوں

<p> نہ سودا زوہ ہوں نہ اہل خون مگر ہے ذرا دیر کا احسرا سنایا اُسے قصہ خواب سب کسی سمت اب قلب جھکتا نہیں کہا اُس نے بہتر بہت خوب ہے مگر ساتھ سے منہ نہ موڑوں گی میں کہا شاہ نے یہ بھی ممکن نہیں وہ ان کا مقصد جو پاؤں گامین نہیں کچھ دنوں بعد خوش نصیب بتاتا ہوں تجھ کو نشان و مقام </p>	<p> کسی کا میں کیوں خون گرد پہ لو جسے دیکھ کر میں ابھی جاگ اٹھا کیا اس مجبور ہوں میں ابھی اب تیرے روکنے سے میں رکتا نہیں مجھے یہی ہی بات مرغوب ہے کسی دم رفاقت نہ چھوڑوں گی میں ابھی کچھ دنوں صبر کر تو یہیں تجھے حسب موقع بلا لوں گا میں چلی آنا خود سو گنا گیب اسے دل سے تو یاد رکھنا دم </p>
--	--

فراق جواہر

<p> اٹھا سا قیاحام کبے خبر کہاں تک غفلت فراسی ہوا پلا جلد سے میں پریشان حواس وہ پہلی شفق رات آخر ہوئی </p>	<p> کہ قطع علائق یہ باندہ ہوں کہ سنگھا سا غزل میں بوجیات کہ جی لبتی ہر باسی پہ لوں کی باں صفا صبح صادق کی ظاہر ہوئی </p>
---	---

<p> فلک بستر شب اٹھانے لگا سیاہی گئی جانبِ رنگبار رسالہ ستاروں کا چلتا ہوا روانہ ہوا حسدِ بے نظیر بن آیا نہ کچھ کام تدبیر سے کہا شبہ نے حیلہ سے تورہ یہاں جواہر مرے بعد گھبرا گئی اٹھا کچھہ دونوں تو رفاقت ہاتھ یہ کہکر جواہر سے کہنے لگا رہے گا ہمیں پاس تیرا ضرور وہ بتیاب اٹھ اٹھ کے گرو لگی مرادین ہم آغوش ہونے لگیں اشاروں میں حسرت کی گفتگو چلا وہ تو مانندِ روحِ روان نظر سے جو غائب ہوا وہ اسیر </p>	<p> قمر چاندنی لے کے جانے لگا ہوئی روشنی شرقِ آشکار اٹھا مہر وہ آنکھ ملت اہوا ہوئی سخت مضطربہ بدترسیہ گکڑنے لگی بات تقدیر سے مین ہوتا ہوں منزل کو تنہا روان تجھے ساتھ لے کر چلی آئیگی خدا چاہے تو پھر نہ چھوڑے گا ساتھ رہے تیرا ہر دم نگہبان خدا سمجھنا نہ دل سے کبھی غرور نظر بن کے گرد اسکے پھر لگی نگاہیں گلے مل کے روئے لگیں وعابن کے رخصت ہوئی آرزو غم نامِ راوی رہا مسیہان ہوئی سخت محزون وہ غم کی آسیر </p>
--	--

وہ حسرت سے دیکھا کیسے اس کو	جدہر جاتے دیکھا تھا اس کو
ٹرپ کر جبکہ منہ کو آنے گا	اٹھا اور دوجی سستانے لگا
گھٹی تاب تکلیف فیرو کی	بڑھین شدتین غم کی میدا کی
ہوا دم خفا جان بتیا سے	زمین تر ہوئی اشکِ خونیا سے
خوشی نبی انغمہ پرواز دل	بڑھا ضبط فیرو سے ساز دل
لگی لوٹنے بستر یاس پر	چھبونے لگا درد دل نیشتر
وہ رورو کے جی سے گزرتی	ٹرپ دل کی بھین کرنے لگی
سکوت سخن بن گیا راز دار	تصور میں ہونے لگی بھنار
لب خشک کچھ اور کہنے لگے	رخ زرد پر اشکِ ہنسنے لگے
ہو میں حسرتیں رخنہ اندازِ عشر	غم دل نے برہم کیا سازِ علش
ہو میں دل میں لینی لگی چٹکیاں	امنگین دکھانے لگین شوخیاں
تمنا کلیجہ کو ملنے لگی۔	پھری بن کے ہر سانس چلنے لگی
بھڑے اشک بھی چشمِ خونیا میں	چھبی چھانس غم کی دل زار میں
ہوا خشک ساری بدن کا ہو	جلانے لگا شعلہ آرزو
کیا ناوکِ غم نے چھلنی جگر	ہوا دل میں خوارِ الم رخنہ گر

بڑا ہجیرین ناتوانی کا زور
 نفس زلیست تنگ آنے لگا
 ڈرالہ آتے ہوئے تازیان
 غم دور رونے قلب میں لہ کی
 بڑھی ضبط سے اور دل کی آسنگ
 کیا صرصر غم نے جی کو نڈھال
 گل رخ پہ چھپا یا خزان کا اثر
 قلق دل میں کرنے لگا انتظام
 مسرت گئی واشد دل کو ساتھ
 فراق صنم ہوش کھونے لگا
 ہوئی زرد مانند برگِ حنظل
 دل زار ہاتھوں سے جانے لگا
 بہت دیدہ ترے تدبیر کی
 وہ چلبلیں مٹین خاطر زار کی
 ہوئی فرقت یار جانی ستنگ

جھکانے لگی حسرت وصل کو
 اُسے نام سے تنگ آنے لگا
 راہِ دل میں گھٹ گھٹ شوقِ غفلت
 اجازت نہ دی شرمِ لہ آہ کی
 لگی ہو فیاس و تمنائیں جنگ
 لگا جھلکانے چراغِ جمال
 اڑا رنکھچھڑ کا بنکر حنبر
 بنا حسرت آباد سینہ تمام
 چلی روح بھی نبضِ سہل کے ساتھ
 شکر شکِ اہلِ علم جی ڈبونے لگا
 بنی سوکھ کر ریشہ زعفران
 طبیعت کو صبر آزمائی لگا
 بچھی پر سرِ سونہ دل کی لگی
 بنی جان پر اس دل انگاری کی
 کیا شوقِ فی زندگانی ستنگ

<p> گلا دل ہی مین دم چرائی لگا شب و روز گزرا جو بچ و ملا کھینچنے لگا دشنہ غم جگر دل و جان سر ربط متاڑا بڑا رفتہ رفتہ جو شوقِ محال جلانے لگا دل کو سوزِ فراق شہرِ تھا جو آنسو پکینے لگا ہوئی گرم چھاتی تپِ دوق یہ کہنے لگی کب تک آفتِ بہون جنونِ طاقت ضبط کھوئی لگا وہ مجبورِ آسہر ہوئی درد سے ادا اسکی چاہت جتانے لگی بنے اشکِ گل رنگِ نمازِ دل طبیعت تپِ غم سے گرنی لگی ہو مین آہ کی دل مین طیارِ یان </p>	<p> کلیجہ غم یار کہانے لگا بنی بدر سے گھٹ کو وہ مہل بہانے لگی لختِ دل چشم تر ہم آغوشِ یون کا تقاضا ٹرا طبیعت لگی رہنے ہر دمِ ٹھال بھڑک نے لگا شعلہ اشتیاق کلیجہ حرارت سے پکینے لگا جگر بھن گیا آتشِ شوق سے مصیبت سی ہو تو مصیبت بہون توحش سے کچھ ساز ہونے لگا بڑی گرم جوشی دمِ سرو سے نگاہوں مین اک بات آنی لگی دکھانے لگیں جتو نین بازِ دل ہنسی لب تک آ آ کے پھر لگی اڑیں آتشِ غم کی چکارِ یان </p>
---	--

شبِ غم سے دن رات جلنے لگی
 بناتا شکل ہر اک تارِ موعود
 ستمگاری جو شس سودا بڑھی
 ہوئی نامِ راحت سے وحشت اُٹھے
 سید زلف اک ارثو ما ہو گئی
 بگڑنے لگی مانگ سے بیدار
 کشاکش ہوئی جو غم یار سے
 سیہ چوٹی ناگن سی ڈسنی لگی
 نہ وہ مانگ پٹیاں نہ آرائشیں
 بنیں حلقہ دامِ غم بالیاں
 کرن چول جھکے لہو میں تھوڑی
 نہ پتہ نہ بالا نہ بالی رہی
 نہ جو مرین باقی رہی وہ جھلک
 شبِ غم میں یوں اُڑاتی رہی
 نہ ابرو میں کس بل نہ کہو نہیں آ
 دھوان بن کو حسرت نکلنے لگی
 سراپا بنی شعلہ آرزو
 گریبان دوری کی تمتا بڑھی
 بڑھی زیب و زینت سے نفرت
 اُسے کنگھی چوٹی بلا ہو گئی
 یہ سمجھی کہ سر پر کھنچی یہ تیغ
 اُٹھنے لگی زلفِ حذر سے
 شبِ غم کسوٹی پہ کسنے لگی
 نہ مشاطہ سے ٹیر ہی وراثتیں
 چھٹی گونج مانند نوکِ سنان
 ٹوٹنے لگیں بجلیاں شکلِ برق
 طبیعت مگر لا اُبالی رہی
 نہ افشان میں وہ پیشتر سی چلک
 کہ صنو چاند تاروں کی جاتی رہی
 نہ یہ سرِ لکین نہ وہ وسمِ تاب

نہ وہ پردہ داری چسکی رہی
 شرارت گئی اگلی چتون کے ساتھ
 نہ عشوہ نہ وہ حسر کاری رہی
 تپ غم سے وہ زرد ایسی ہوئی
 نہ ہر وقت آئینہ پیش نظر
 نگاہوں سے جاتا رہا وہ حجاب
 نہ مستی کا لب چرب نا کبھی
 نہ وہ خال ابرو کی آرائشیں
 گلے ملنے کا جو بڑا حوصلہ
 ہوئی زار اس درجہ وہ دل چلی
 نہ وہ موتیوں کی لڑی تابدار
 بہت دست و پانا تو ان ہو گئے
 نہ اب وہ نکھڑا نہ اب وہ شکار
 نہ اب وہ بھاننا نہ وہ ہونا سے
 نہ اٹھنا وہ گیسو سنوارے ہوئے

وہ شوخی نہ بانکی ادا کی رہی
 رہی بکسی چشم پر فن کے ساتھ
 نگاہوں پہ حیرت سی طاری رہی
 کہ رنگت گلابی بسنتی ہوئی
 نہ اب رنگ و روغن وہ خسار پر
 چھپی گردین تاب رخ کی نقا
 نہ بھولے سر بھی پان کہا نا کبھی
 نہ وہ حسن صورت کی زیبائشیں
 لگا گھوٹنے طوق اسکا گلا
 کہ چپا کلی سے بڑی بے کلی
 گلے کا بنے اشک گل رنگ بار
 سبک زیور اس پر گراں ہو گئے
 نہ کپڑے بدلنا وہ اب بار بار
 بس اشکوں سے اپنی بھگونا سے
 نہ چلنا وہ سینہ بھاری ہوئے

نہ اکھیلیں تھلنارہا
 ہوئی ضعف سے ایسی روزگار
 بڑھا اس قدر زور کم طاقتی
 تصور کو جانا کہ ٹٹی کی آڑ
 نہ وہ دل لگی اب نہ وہ قہقہے
 کیا غم نے مسدود وہ بابِ عیش
 اُسی باغ میں جل کے رہنے لگی
 کہیں کانہ آنا نہ جانا رہا
 کوئی شے نہ دولت نہ ظاہر
 جو گوہر نے دیکھا یہ سامانِ غم
 کہا اے جواہر تجھے کیا ہوا
 زبانِ آشتائے خموشی ہے کہوں
 کہیں اور کچھ بات پیدا ہو
 نہ ناموس پر حرف آئے کوئی
 یہ سنکر دیا کچھ نہ لسنے جواب

نہ تلوؤں سے وہ دل کا لٹنارہا
 کہ آبِ روان بھی ہوا اُسے بار
 کہ آنجل سنبھال نہ سنبھلا کبھی
 دوپٹے کے سانچے کو سمجھی بہا
 نہ وہ عیش و عشرت کے چرچے رہے
 کیے ترک اُسے سب بابِ عیش
 اکیسی غم و درد پہنے لگی
 تھکا ناز کی کا بجسا ناراہا
 مگر نام کو وہ جواہر رہی
 گئی پاس اُسکے وہ محوِ الم
 ابھی سے جدائی میں سوڑا ہوا
 لگا ہوں کی حیرت فروشی ہو کیوں
 خدا کے لئے سفت رسوا ہوں
 نہ جتوں سے کچھ تار جائے کوئی
 یہ پڑھنے لگی پر نہ چشمِ پُرا آب

غزل

۱	میں بسمل ہوں انگوٹہ پر نہیں	غم دل میں اتنا اثر ہی نہیں
۲	ابھی دل نہ تھا اب جگر ہی نہیں	مجھ کہا ہے جاتا ہے یہ کا غم
۶	نہیں طول تو مختصر بھی نہیں	کہاں تک سُنو گے مری داستان
۳	کہ اب جانبِ در نظر بھی نہیں	ہوئی اُنکے آنے سے یاسِ سقد
۴	تو پھر دیکھ لینا کہ سر بھی نہیں	جو کچھ دن رہا جو شہ سو دا بھی
۵	ابنیں رحم اس حال پر ہی نہیں	بنایا مجھے غم نے تصویرِ یاس

زمانے میں معشوق کی بنیاد
ساتے ہیں پر اسقدر بھی نہیں

یہ دیکھا تو گویا ہوئی بقیار	یہ پڑھ پڑھ کے روتی رہی زار زار
جو کرنا ہو کر اب وہ اعلان	کہا تجھ پہ صدقے میں سو جان
اُسے ڈھونڈھ کر ساتھ لے آؤ نہیں	مجھے حکم دے تو ابھی جاؤں میں
بہرِ نوع یہ مثال مسعود ہے	رفاقت کو حیلہ بھی موجود ہے
کہ معلوم ہے سب نشانِ مقام	پہنچ جائیں گے تابہ ج لاکلام
کسی پر نہ یہ راز ہوا آشکار	مگر اے رفیقان بہت شعار

<p>غرض ختم جب یہ فسا لے ہوئے پہر رات گزر رہی وہ ساری چرن</p>	<p>وہ لیٹی یہی دل میں کھٹا ہوئے روانہ ہوئے جانب شاہِ دین</p>
<p>راہِ نزن</p>	
<p>پلا سا قیاب اب وہ جامِ عقیق شتابِ اٹھ فلک ستایا ہوا آج لگا دے مرے منہ سے تو خم کے خم ملے وقت دونوں گیا دن گزر کھلے سر لرزتے ہوئے بچہ کے گیا سجدے میں آفتابِ مینر نمازی جو سجدے چلتے ہوئے طامامہ میں اک غریب الوطن گریبانِ دریدہ شکستہ لباس چمچے غارتلوؤں میں زخمی بدن جھی گرد چھپے پہ تن پر غبار جنونِ حواس کے دسازِ سب</p>	<p>کہ مینانہ ہو رشک بیت العتیق بہت پھر پھر کر میں آیا ہوں آج تو بتلاؤں کیونکر ہوئے ہوشِ کم گلابی مٹھلا بچھا پس پر نمازِ شہیدان پڑھی مہر نے شاعون نے پھیر اسلامِ اخیر چلے گھر کی جانب ہٹتے ہوئے سراپا مصیبت سراپا محن گلِ رخ میں لیکن سیادت کی با پچھا ہر طرف شکل گلِ پیرہن سفر کے مصائب سے زار و تار نگاہوں میں وحشتِ کراں انداز</p>

<p> ہوئے جمع لوگ اُسکو جو دیکھ کر کسی نے کہا ہے جو یہ سکون کوئی بولا ہے کوئی مردِ غیب ہوا حرف زن کوئی یہ کچھ نہیں بھبھوت اپنے تن پر رانی ہوئے تلاشِ دلا رام میں سینہ چاک پریشان بالوں ہے آشکار یہ کہتی ہے چستوں کج بیار ہے اشارہ ہے تیور کا ایل ال وید دکھاتے ہیں یہ دیدہ انتظا رخ زرد کے رنگ سی ہی عیان لب خشک کی ہے ہوس آشکار کفن کا سر دوش اظہار ہے یہ کہتی ہے گم درہ جستج ہوا اشک گلزنگ سے یہ عیان </p>	<p> وہ تکتے لگا اجنبی سا ادھر خدا جانے کب سے ہے اسکو جن پڑی کوئی آفت ہوا یہ غریب کسی کا ہے شیدا یہ اند و کھین فقیر و ن کی صورت بنا ہوئے شب و روز اڑاتا ہر شہر کی خاک ہے مرغ دل اسکا کسی کا شکا کسی کی محبت کا آزار ہے کسی تیغ ابرو کا ہے یہ شہید نگاہیں ہیں مشتاق دیدار یار تپ عشق نے کر دیا ناتوان کہ چوسین لبِ نوشین یا کہ ہر وقت مرنے کو طیار ہے ملی خاک میں بل کے یہ آبرو ہیں مرگان غم بھرے خوشچان </p>
---	---

نگاہوں کی حیرت سے ہر آشکار
 یہ سینہ کے داغوں سے ظاہر ہوا
 ہنسن اور اس لاغری کا سبب
 یہ گرد اور یہ جستگی ہے گواہ
 یہی ذکر کرتے تھے برناؤ پیر
 وہ چلتا ہوا سانپ اک ہاتھ میں
 وہ پگڑی ہری سر گٹھائی ہو
 عمامہ کے اندر کلہ پر شکن
 وہ ریش مقطع گھنی بگمان
 وہ کہہ کہہ کے یا حق تڑپا اے
 اے فکری تلبیس میں گہو منا
 وہ احسان فراموش تاقی شناس
 قرشی نہ وہ نسل سادا سے
 نقش سے ہر دم شکنجے میں وہ
 رگڑتا تھا تھپہ پہ حیلہ ساز

یہ ہے آئینہ دایر حسن نگار
 کہ گل کھا کے الفت سے ماہر ہوا
 کسی کے ہر موئے سمیان کی طلب
 کہ آیا ہے چل کر مہینوں کی راہ
 او سر ہو کے نکلا یہ لڑاکا شیر
 شیا طین بھی ایک دو ساتھ میں
 مشائخ کی صورت بنا کر ہوئے
 ہری گھانس کر نیچے جیسے لگن
 کوئی حس کی ٹٹٹی ہے یا سا بان
 تذبذب کے مالے کو جینا اے
 وہ نجی نگاہیں مگر جھومنا
 تکلف سے پہنے ریا کا لباس
 مگر خوش خوش شام کی ہر پاس سے
 گرفتارِ نخوت کے پیچھے میں وہ
 کہ گھٹے سے جانیں سب ابلنا

<p> نہ عالم نہ وہ کوئی صاحب کمال لیاقت تو یہ اور ایسا فصیح یہ اظہار لوگوں سے باجوہ کہ دھڑا آگے پہنکا ہوا تیل ماش گیا کوئی لیکر اگر کچھ اُمید اسی پر بھروسہ کی حرمت کمال بنا شیخ سد وجودہ ز پرست براور رُبا شیخ مجذبی کا وہ وہ فتنے کی پڑیا وہ قامتِ نصیر اُسے یاد دو چار سفلے عمل نہ تصدیق مرشد نہ یادِ خدا پرائین پرائین بے یقین کو چہ نہ الفت خدا و نبی سے اُسے وہ دنیا کا عاشق اُسی کا خیال حسد نفسِ شیطان سے اُفت </p>	<p> حماقت کے فن میں عظیم المثال نہ بولا کبھی لفظ کوئی صحیح کہ یہ ساری نخوت ہی میراثِ جد اُسے کا لے مینڈھے کی ہر دم تلا تو پچھلے کہا مرغِ لاؤ سفید بھوانی کے بکرے اُسے جلال ہٹیلے کے مرغے ہوا کہا کمرست دلا را بہت کالی دیوی کا وہ غزایل کا وقتِ پیری مشر پڑا جس سے ایمان میں خلل بھروسہ اُسے نقش و اعمال کا کہ ہن فطرتی ساری نفع و ضرر نہ کچھ عشق مولا علی سے اُسے اُسے زندگی ماؤ من سے محال نبیِ فاطمہ سے عداوت اُسے </p>
--	--

پرائین پرائین بے یقین
 کو چہ

نے ساتھ ایک بوریلے ریا
 ہوا وہ سوس کا وہ ہر دم فیل
 جو دیکھا ہے اک مرد عمو عشق
 قریب آ کے اسوقت اس نے کہا
 کہا قاف سے آ رہا ہوں بھی
 کہا اسکا شہر بہت ہی نام
 کہا ہے یہاں کا جو شاہ جہاں
 کہا آج تشریف رکھیے ہدین
 یہ سنکر چلا وہ جہتہ صفات
 پکارا اوہر سے کوئی نوجوان
 خبردار جانانہ تو اسکے ساتھ
 وہ اک مرد چالاک و عیار ہے
 ملا ہے اسے ورثہ خرو و کا
 نہیں مکر سے خالی یہ گفتم
 یہ سنکر اوہر پھر پھر ابے نظیر
 کہا اسے یہ بے تفتیش حال
 اراکین دولت کو سیکر تمام

فقیری کی بوسے بھی نا آشنا
 خدا خلق دونوں کے اگر دلیل
 سراپا وفا سر بسر نور عشق
 کہاں سے تو آتا ہو امیہ لقا
 ہے کیا نام اس شہر کا شاہی
 یہ کہیے بیان آپ کا کیا کام
 مجھے اس سے ملنا ہے امی کارون
 سحر کو دمان لے چلیں گے ہمیں
 کہ ساتھ اسکے مسجد میں کڑوہ سا
 کہ اوختہ عشق جو رستان
 بہت روئے گا اہتہ پر رکھ کر ہاتھ
 بہت سخت نا اہل و مکار ہے
 ابو جہل ہے نام مردود کا
 تو کہوئی نکر منزل آرزو
 ہوئے گرد اسکے امیر فقیر
 کہ اسوقت وہ شاہ قدوسی خصال
 لب جو جاتا ہے دربار عام

<p>کہ سید ان کی چاندنی ہر پسند بنین روک ٹوک اسکی سکرین کسی واسطے کی ضرورت نہیں عنایت پیش آتا ہی بقیاس چلا سو سلطان میر وزیر</p>	<p>وہین ہو گا خسر و احمب چلا جا اسی دم تو دربار میں وہاں کچھ سفارش کی خاتہین محبت سے جاتا ہو اسکا پاس یہ سنکر وہ دلدادہ ہے نظر</p>
<p>ابد تک رہے جس روشن دماغ بنا دے مجھے جان پریشان کہ یوہین ہی تقدیر روز ازل لگا ڈالنے زعفرانی نقاب سیاہی سی ہر سمت چھپا لگی جلایا فلک سے نچرے مرغ ہے اک مہر حسن زل جلوہ گر فرستادہ خلاص رہ قید صباحت تیار رخ دل سپر کہ پر تو سے بکلی بنی موج آب جلیب خداوارث انبیا</p>	<p>پلا اب وہ محی بھر کے ساقی ایام اٹھا جام و کراچ روح روان چمکا دے تو بس آج ہی خوش گل شرم اک دن گل آفتاب شفق کی چمک مٹھ چھپانے لگی ستارے ہو کر چرخ جلوہ گر میان سینان رشک قمر وہ محبوب زوان بشیر و نذیر نزاکت ہر اک عضو میں جا لگی عجب رو تا بان عجب آب تاب وہ محبوب عالم شہر اصفیا</p>

ہمیں ہو انسان ایسے جمیع
 وہ سرق معلک کی شانِ علا
 ازل سے ملی اسکو یہ برتری
 عروج سر بام اُمید ہے
 وہ گہونگر سے کچھ بال اسبچے ہوئے
 سیاہی میں وہ زلف کا فکا دل
 جو بتے میں خوبون کی تصویر ہے
 نہ کیوں اس جبین کی کرینِ بزمِ قد
 عجب و شنی ہے عجب آبِ تاب
 یہ لوحِ دو عالم کی نفسیر ہے
 تجلی گہرِ حسنِ زیائے حق
 زیارت گہرِ خاصِ حسنِ قدیم
 وہ روشن گردِ دل کشا و جبین
 ہے خطِ جبین سے عیانِ لبیر
 یونہیں کاٹے ہیں یہ مضمونِ کام
 وہ ابر و قیامت کی سفالِ خلق
 چڑھ تو نظر کر کوئی خبر بھگیا

مگر کیفیتِ نور کی ہے شہیم
 جہان تک نہ پہنچیں قیاس و فکا
 کہ حاصل ہے کونین کی سروری
 وہ سر مایہِ نخبِ جاوید ہے
 کچھ اُبچے ہوئی کچھ وہ ٹپکے ہوئے
 شبِ ہجر بھی جس سے ہونِ نفل
 بگڑنے میں عاشق کی تقدیر ہے
 کہ ہے آسانِ جلالت کی بدر
 کہ ہے سجدہ گاہِ ہمہ و آفتاب
 جو پیش آتی ہے اس میں تحریر ہے
 بیاضِ جمالِ دل آرا سے حق
 امانت گہرِ نور رب کریم
 سرِ مطلعِ صبحِ منتِ نوحِ بین
 کہ خط کھینچ گیا خطِ تقدیر پر
 کہ تقدیر ہے ان کی مرضی کا نام
 جہنمِ خوفِ حق ہے نہ کچھ مالِ خلق
 جو سٹے تو حد سے ستم بڑھ گیا

دو چشم منون گراوا آئین
 صاحب ہستی نہ رشتہ شفیق
 غصہ کے مین وہ لالہ وڑی مگر
 وہ ترجیحی نظر کس بلا کی شیر
 نہ بیٹھی کبھی چین سے گھر مین یہ
 لگی سرسری ہو گئی کارگر
 کبھی دیکھنا پشت پا کی طرف
 تعاف سے پہلو کبھی دیکھنا
 وہ بانگین ادائین وہ ترجیحی نظر
 شب و روز رہتی ہیں اس تائین
 کسی کو نہ بھر کر نظر دیکھنا
 اوہر دیکھنا۔ ہوں جد ہر دل چلے
 شب و روز پھرتی ہر سانچہ
 وہ گوشت مین مست و شرار ہر
 ارڈی گاہ مین کے سہار حسن
 کئے صید عشاق کے مرغ ہوش
 کبھی سوچ مجھ پر محبت بنی

کہ بے سرمہ رہتی ہیں وہ مین
 قیامت ہر دمساز فتنہ رفیق
 ابھی نگلے مین خون مین بک
 کہ بجلی گراتی ہر دکھلا کے پر
 بناتی ہے گھر جا کے تھوڑی
 وہ برجی کی برجی نظر کی نظر
 کبھی سینہ با صفا کی طرف
 وہ لٹکا کے گیسو کبھی دیکھنا
 جو پھیرن چھری خلق عشاق
 کہ ملکر ملائین کسے خاک مین
 اوہر دیکھتے ہی۔ اوہر دیکھنا
 یہ مطلب کہ ایس مین کچھ تو چلے
 کہ ہر ساقی جام عہد الست
 مگر کام سے اپنے ہشیار ہے
 بنی گاہ طاؤس طن از حسن
 پھری سولہ مست و شہوہ و زو
 کبھی شور و ریائے الفت بنی

دکھائی روانی یم ذوق کی	سنائی صدا گریہ شوق کی
بنی گاہ باغِ حقیقت کی بو	بنی گاہ گردِ رو آر زو
سونگھائی شہیم ریاضِ است	کیا منزلِ عشق کا بندوبست
بنی صیقل تیغِ خوبی کہین	پری بچے شیشے میں اُتری کہین
کسی سے کیا دور لاف و گزاف	کسی کا کیا دل کا آئینہ صاف
کبھی بن گئی وہ کسبِ امید	کبھی رشتہ آرزو ہاے دید
کبھی بامِ وصلت پہ پہنچا دیا	کبھی جلوہ یار دکھلا دیا
کبھی ترش تیغِ قاتل بنی	کبھی بحرِ حسرت کا ساحل بنی
کہ جبکو وہ سفاک اشارا کرے	یہ تلوار کے گھاٹ اُتار کرے
کبھی دامنِ شتِ وحشت بنی	کبھی تارِ دامنِ رحمت بنی
کسی کا کیا جامہ ننگ چاک	ویا گاہ خلّت کا لبوس پاک
بنی گاہ دربانِ بابِ کرم	بنی گاہ عصا صغیفانِ عنہم
جو مغرور آیا گرایا اوسے	جو عاشق گرا تو اٹھایا اوسے
یہی فاتحِ بابِ امید ہے	کلیدِ درِ گنجِ توحید ہے
عجب رنگِ مین ہے یہ ڈوبی ہوئی	کہ باقی بہین نام کو بھی مٹی

جود دل مل گیا خوب توڑا اُسے	غرض جسکو تا کا نہ چھوڑا اُسے
وہ کھینچے ہوئے تیرے مرگا نکلی سف	کہ ہو طائر قدس جنگاہد ف
انہیں سو جیتی ہے بہت دور کی	کہ چو کی پہ پہن چشمہ نور کی
وہ یلکین ہیں یا پر وہ حُسن ہیں	کہ مدت سے پر وہ حُسن ہیں
وہ مینی کہ منتار طوطی خل	صفائی میں نہر لبین منقل
اگر یہ نہو حُسن سب خاک ہے	غرض چہرہ حُسن کی ناک ہے
وہ رنگارین بہارِ جمال	گل بوستانِ کمال و وصال
وہ رخسارِ نازک وہ رنگین غذا	ریاضِ لطافت کی تازہ بہار
وہ آئینہ صورتِ لم نزل	صفائے دل اہل حُسنِ عمل
وہ بدرِ جمالِ رخ تابدار	وہ محرابِ جلالِ خداوندگار
وہ رخ مطلع صبح حقِ یقین	صبحِ شگفتہ صبحِ حسین
وہ رنگتِ گلابی نزاکتِ بہری	کہ جیسے کوئی پنکھڑی ہو دہری
حسین اسقدر وہ مہر و لنواز	کہ خود حُسن کو اس کے جلوئے ناز
وہ تابندہ رخ صورتِ مہر نور	جلی وہ شعلہ شمعِ طور
نزاکت کا اسکے یہ شہرِ آج	کہ شہر لہتے ہیں جس ناگِ مزاج

وہ شہرِ حقیقت و شمس الضحا	وہ مہرِ سعادت و بدرِ الدجی
برابر اسی کا ہے انکھونین نور	فرزان ہے ایسا کہ نزدیک نور
سرخِ صنمِ حق بنے ہی	گل جان کا پہلا ورق ہی پری
بہرین جھکے اعجاز کا دم مسج	وہ لبہاے معجز بنیان و فصیح
کہ بے پان کہائے وہ تر ہی لال	کرین کیون نہ عشاق کو پھر حلال
کرے جو کہ سرِ سبز کشتِ جہان	وہ ابر گہوارِ شیرین زبان
کرے قافیہ جو بلاغت کا تنگ	فضاحت کے دریا کی یکتا ہنگ
کہ ہے سیفِ حکمِ خداوند کا	کہ جو جو ہی ہو یہ ہے خستیا
کلیدِ دریا پرحمت ہے یہ	عصاے دل اہل بہت ہی یہ
اسے لوگ کہتے ہیں منشاغیب	جو کہدی نہیں اسین کچھ شکوہ
سنا کرتے ہیں جو محبت کی بات	وہ گوشِ حسین رازدارِ نکات
عقیقِ سماعت کہ وہ کان ہیں	وہ معرفت کے وہ دو کان ہیں
صراحیِ بلور جس سے جھل	وہ گردن کہ اہل صفا منفعل
کہ ہی یہ گذر گاہِ حبل الوری	نہ کیون قربتِ حق ہلوس مزید
کہ ہو ماہیِ آسمان ہی تار	بھرے گول بازو وہ عالی وقار

یہ نازک کھائی کا اس گل کی نگ	نصرت بھی پھولوں کا ہو جیوننگ
وہ پنجہ جو عشاق کا دستگیر	کہ پنجے میں جیکے دو عالم اسیر
وہ پنجہ کہ جس میں خدا کا کارزار	وہ قدرت سلیمان بن جس کی مود
وہ ناخن کہ مہر سپہر کمال	بنا میں جو ہر دم نیا اک ہلال
نشانے پہ جوڑین اگر تیر کو	بناوین وہ تقدیر تدبیر کو
غضب کی وہ گرمی حسن شباب	کہ جہر دل قدسیان ہو کیا ب
نہ کیوں اوس ملکہ ہو خوش ہر حال	کہ خوش ہو چو وہ دونوں عالم ہیں
اسی عالم وجد میں وہ جوان	مردب گیا پیش شاہ جهان
ستاروں کے مانند میر وزیر	فرامہ بین گردشہ دستگیر
یہ دیکھا تو وہ بے نظیر خیر	پڑھا بہر پاپوس سلطان دین
مگر روکنے کو اٹھے کچھ شیر	کہ جانے نہ پائے اُدھر بے نظیر
نہ روکے رُکا پر وہ کمین دلیر	کہ ہوتا ہی شیر وں کا بچہ بھی شیر
سبحون کو ہٹا کر وہ عالی وقار	گیا پیش محبوب پروردگار
ادا کر کے سارے رسوم نیاز	ہوا وہ قدمبوکس شاہ حجاز
اٹھا شاہ عالم اٹھایا اسے	گلے سے اوسیم لگایا اسے

کہا تجھ پہ کیا ایسی آفت پڑی	کہ طے کر کے آیا یہ منزلِ کڑی
کہا میں ستم دیدہ و خبر یار	اماں خواہ آیا ہوں با حالِ زار
کبھی تہا شب و روز سرگرم ناز	پر اب ہوں اسپرِ سہم مجاز
ہو ابابِ غفلت و غلِ یہاں	ہنیں مذاہبِ غلطی کا نشان
یہ کہہ کر سنا یا سب احوالِ خواب	وہ ارشادِ محضرِ ہدایتِ آب
کہا اس شہنشاہِ دینِ تہ کہ مان	میں پہلے سے ہوں واقفِ آستان
مجھے ہی دکھایا اسی نے یہ خواب	کہ آتے ہی کرنا ہے فیضِ یاب
وہ آرام سے دل شکستہ بہت	ہے تیرا مستِ خستہ بہت
وہ جو کچھ کہے دل گرنا قبول	کہ ہو وصلِ محبوبا و سکو حصول
حضورِ ہی ہوئی ہے جو حالِ تجھ	بنادون گا انسانِ کامل تجھے
سرا مایہ ناز و عشرت ہے تو	یہاں صدرِ بزمِ محبت ہے تو
بسر کر مرے ساتھ آرام سے	چھکا دون گا توحید کے جام سے
یہ کہہ کر بٹھایا اسے جلے صدف	رخِ زرداوس کا کینا رشکِ بد
غرض جتنے موجود تھے اہلِ دین	لے اس سے باحسنِ صدیقین
اسی طرح ہر ایک میر و وزیر	ہوا حکمِ حاکم سے فرمانِ پذیر

جلیل حسین عالم دوزی وقار وہ شمع ہدایت میں ہے لگا	رستق اس کو شہ فزیدی شاما جو گزری تہی ل پر وہ کہنے لگا
بشارت و تصدیق	
پلا سا قیادہ وصل یار دے جاو ہی مایہ اختصاص چھکا مجھ کو صبر بشارت آج شب وصل آئی گیارہ فرہ بحر افق پر شہرام ہی ماہتاب درختوں پہ چاندی سی چہنہ لگی روپہلی کرن آسمان پر تمام پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک وہ مل مل کے ابرک شعاع قمر بر سینے لگا نور افلاک ہوا اس قدر روشن کا و نور بنے آئینہ سارے دیوار و در	کہ ہو چوہ ہون شب کی مونی سیار ازل سے ہون میں تیرا بحر خاص بنا کامل اپنی عنایت سے آج مبدل ہوا ساز سے سوز بحر وہ چھکا اٹھا کر بسنتی نقاب تجلی بھی اٹھلا کے بٹھنے لگی اڑانے لگی ریزہ سپہ خام وہ کہانے لگی موج وریا چمک چھڑکنے لگی سطح آب تجلی اُبلنے لگی خاک بنی ہر کرن تاب باران نور سفیدی پہری ہر در و بام پر

تجلی کثافت کو دُھونے لگی
 نظر آتے ہیں ٹیکے جو ادھر
 بلند ی پہ اب بدر آنے لگا
 بہت تل بنے دیدہ حور میں
 جو تھے خاص خاص و معمولی
 کپڑ کر صبا اکہکشان کی کند
 صبا چکی داغ جگر کی بہت
 اندھیر کو سایہ رتنے لگا
 ہے اس ناز سے چاندنی جلوہ
 تجلی سے وادی یہ معمور ہے
 وہ پہول اجلے اجلے برج سنا
 دکھاتے ہیں اس وقت کیسی بہا
 چمک ریگ پر صحن بلور کی
 یہ عالم جو دیکھا تو شکل کتان
 شمعون سے اڑنے لگی جو شیر

مکانوں پہ قلمی سی ہونے لگی
 وہ کوہ صفا بن گئے سرسبز
 ستاروں کو نیچا دکھانے لگا
 بہت چھپ گئے چادر نور میں
 وہی کچھ جھلکتے رہے دور دور
 لگی تاسیر بام بخت بلند
 بڑھی کوچ سپر داغ قمر کی بہت
 درختوں پہ جو بن برسے لگا
 کہ سکتے کے عالم میں ہے ہر شجر
 کہ موج ہوا وجہ نور ہے
 کٹوری سی چاندی کی سر پر لے
 کہ ہوں ٹوٹ کر جن پہ تار نیشتا
 بچھائی ہوئے چاندنی نور کی
 ہو پارہ پارہ دل عاشقان
 سوئے چرخ اٹھے کبک پر کہوں کہ

لگے ہوئے اٹھ کے گئے کہین	مچانے لگے شور کوئے کہین
ہراک حاسد ایسا ہی بکتا رہا	مگر بدر تابان چمکتا رہا۔
مٹا رفتہ رفتہ وہ شور و شغب	گئی تا مگر زلفِ لیلائے شب
چکنے لگا سر پہ بدرِ سیر	بنا قبتہ نورِ حسنِ سیر
پئے لطفِ نطفہ ارہ نورِ ماہ	چڑھایا م پر وہ شہِ عرشِ جاہ
طبقِ مین زبرد کے در شاہوا	قمرِ حن کے لایا برائے نثار
ملک ٹپکے چاندی کا باندھے ہوئے	پھر اگر داس شاہِ ذیجاہ کے
وہ بھیگی ہوئی آبِ رحمتِ کرات	کہ تروا منوں کی ہو جس سحبات
وہ شبِ نیم کی خنکی وہ ٹہنڈی ہوا	وہ اشجارِ آبِ روان کی فضا
وہ شاخون کا جھکنا لچک کر کہین	وہ لہروں کا اٹھنا چمک کر کہین
وہ میدانِ مین چاندنی کا سماں	وہ شبِ نیم کا گردِ اسکے کچھ کچھ دھواں
بجوم و قمر کا وہ عکسِ آبِ مین	وہ پانی مین جلتی ہوئی شعلین
وہ ہر سمت چھایا ہوا نورِ بدر	وہ شبِ لیلۃ القدر کو جب کی قدر
بھری نور سے ڈالی ڈالی تمام	وہ غبار سے بزمِ خالی تمام
نہ کوئی مصاحب نہ کوئی مشیر	حضورِ مین حاضر فقط بنیٰ طیر

وہ خاص اسکے جلے پھر کچھ ہوئے	وہ اشعار پڑھنا چکے ہوئے
لگا چلنے دو پر شراب ملہو	ہوا اسکے اس شاہ دین کو سہو
وہی قاسم آب حیوان بنا	وہی ساتی جام عرفان بنا
پیال کے دو وزن فی آب حیات	میسر ہوئی نعمتوں سے یہ رات
لگا نارستی بڑھانے گئے	وہ ساغر یہ ساغر بڑھانے گئے
وٹھلی جاے ہر دم ہی آرزو	لنڈ ہے خم پہ خم اور سب پر سب
محبت کے نشے جاتے رہے	بہت دیر پیتے پلاتے رہے
لب جام ہنس کر رو لگانے لگا	ہر اک اشک شادی بہا لگانے لگا
کیونہ باقی رہا اپنا ہوش	ہوا نشہ بخودی کا یہ جوش
تکلف کا پروہ اٹھانے لگی	محبت دہلی کو مٹانے لگی
بچھانے لگی شوخی ناز بھول	بنا بستر عیش حسن قبول
لگا ہون میں رنگ آگیا دید کا	چکنے لگا چہرہ اُس کا
وفا پنکھڑی سی جھکنے لگی	کلی آرزو کی چٹکنے لگی
مرا دون میں بوا لگی ذوق کی	متن میں ہدم نین شوق کی
بندھا حضرت آہ و زار کا دنگ	گلے سے لگی دعا کی امنگ

غَمِ دل کا چلتا ہوا ازو حاتم	قلق نے کیا دور ہی سلام
خوشی قلب کو گد گد اسنے لگی	مسترت سی چھڑو پہ چھانی لگی
ملی تازہ بو گیسوئے یار کی	کسٹین تیریاں بند انکار کی
ہوس دل میں پہلو بدنے لگی	نکلنے کو حسرت مچلنے لگی
سکون در و دل سے ہوا ہلکا	ستلی ہوئی مونس جانِ زرا
طرب آکے تشویش کُھوٹے لگی	بنگلہ کی تسکین ہونے لگی
دل و سینہ کے زخم بہنے لگے	اُستگون کے جو بن اُجھرنے لگے
ہوا شوق کا ضبط پر دسترس	بڑھا جوش میں آکے دست ہوتا
یقین نے اٹھائی گمان کی نقا	نظر آئی ہر آرزو بے حجاب
شک و ریب رو پوش ہونے لگے	مقاصد ہم آغوش ہونے لگے
نکاہین لگین کہنے پیغام شوق	تمنا نے چو سالب جامِ عشق
اب بے بڑھدین آگے گستاخان	مرا دین لپٹ کر بنین و صلیان
ارباوے نئے داؤن چلنے لگو	وہ برسوں کے ارمان نکلتے لگو
بڑا گرمی شوق سے ساز جان	عق بن کے ٹپکا جبین نیاز
طبیعت کی شونہی ٹہی و مہم	رکاوٹ کی باتیں ہوئیں کاہم

<p> بجا پر و سے میں نغمہ راز وصل نصرت کی تقدیر ہونے لگی وہی خلوت انس محرم رہی عنایت پکاری کہ اندوس ہوا جوش سستی سے بیہوش وہ دے چھپتے آب رخ پاک نے ازل سے ہی تو میرا محبوب خاص میں تیرا ہی ہو کر رہو گا دام لقب دوں تجھے عاشقِ منظم دلی۔ عھکدا تا ابد کرو پا ہوا آج صد شکر مختار حق کہ تو صد رہی بزمِ عشاقِ مین کرینگے ترے نام سے عشقِ لک مرید اور ہر دم تری جان شا تری دم سے پائین گئے راہِ یقین </p>	<p> ملا سازِ تقدیر سے سازِ وصل سنج بخش تو نہیں ہونے لگی آسودگی خوب سیہم رہی نہ باقی رہی دل میں کوئی ہوش یہ سُکرِ نیا خود فراموش وہ سنبھالا مارِ ضبطِ چالاک نے کہا شہ نے اے مایہ خصال رہی اسکی تقدیر ای نیک نام ملا ہے مجھے حکمِ مہرِ پسر خدا نے ویسا بے تجھے بے ریا ازل سے ہے تو عاشقِ نازِ حق چلے گا ترا حکمِ افساقِ مین تری دم سے پھیلے گا دنیا مین جوگ تجھے ہم نے عالم دے دین علاوہ برینِ بشیار اہل دین </p>
---	---

<p> کہ ہر وحی و احسام تیرا کلام وہ ہو گا دلی صاحب اختیار کہ خود منتظم اب ہے تیرا خیال کہ مرضی پہ تیری ہر بات میں تجرین ہے خسر و منتظر کیا جسے محبوب رب جہان کہ یاد آگئی اسکو لوح یقین تو یہ راز اس سے ہوا آشکار تجھے آزماتا ہے اس بھلیں میں پھر اگر داسکے زروئے نیاز بھلا اس میں پرد کی تہی کون بات یہاں آپ بیٹھے ہیں بدیہ پر محبت کی گھاتیں بھی کچھ یاد ہیں کہ ہوں اپکا آتش شافت دم کہ اس جلوے میں آج آئے حضور </p>	<p> کرینگے تری پیروی خاص و عام پڑھے گا جودل سے اسے ایکبار زہے رحمت اے عاشق ذوالجلال تجھے احتیاج دعا کچھ نہیں بشارت دے جائے وہ بشر کہ یارب کہان میں یہ رحمت کہان اسی فکر میں غرق ہو وہ حسین جودیکھا اسے غور سے ایکبار کہ مہر پر آ کے اس دل میں بھیہ دیکھا تو وہ عاشق پاک باز کھا گر کے قدموں پہ اسے پاکد آت اسی کی رہی آج تک دوڑ و دوڑ ازل کی وہ باتیں بھی کچھ یاد ہیں تکلف نہ رکھئے روا اسے کریم بھیہ کسواسطے رنگ لائے حضور </p>
--	--

بلا یا مجھے قدس کے دیں میں	یہاں آپ بیٹھے ہیں اس بھین میں
بجلا اس میں کیا مصلحت تھی حضور	جنا سکے کہ چکر میں کہاؤں ضرور
کہا میں نہ آتا ہوا خوش صفت	دکھانا تجھے کون بابِ سحابت
فقط تیری خاطر میں آیا یہاں	محبت کا نقشہ جایا یہاں
اسی واسطے میں نے بدلا یہ نہیں	کہ ملکر تجھے لچکوں اپنے دیں
سحر ہو تو کہو لون میں بابِ نہایت	تجھے بختِ دن حاصل کیا نہایت
کہ زار و سفر ہو وہ حسنِ مسلسل	مرے ساتھ پہر تو سو قد چل
پہنچ کر تو اُس منزلِ ایش پر	بڑے چین سے تا ابد کر بسر
وہ اہلِ محبت وہ اہلِ طریق	وہیں آ رہیں گے تیری ہیستغنیق
ساجب یہ ارشاد مہرِ نیر	نو پڑھنے لگا و جد میں منتظر

عزل

محبت کا جذب وارث دیکھئے	وہ خود اپنے آئے خبر دیکھئے
کہہ ہی جنکو لکھتے ہتے ہم شوق و ہمت	وہی آج ہیں نامہ برد دیکھئے
کسی کا وہ منہ پیر کر بیٹھنا	کسی کا وہ کہنا ادھر دیکھئے
کجی میری قسمت کی پہر دیکھنا	ذری اپنی برجھی نظر دیکھئے

<p>اسی پر ہے نازِ نگاہِ کریم یہ انگبین بہت دن تین فرس کوئی عشق کہتا تھا کوئی جنون وہ آخر لے بات کی بات میں بہت خوبصورت ہیں یوسف مگر اس آئینہ خانہ میں حیرت ہے یہ</p>	<p>میں ٹرپوں اور آپاؤں دیکھو وہ آئے ہیں اب راہ پر دیکھئے بتاتا ہے کیا چارہ گردیکھئے وہ طول اور یہ مختصر دیکھئے ذرا آپ کو دیکھ کر دیکھئے کسے دیکھئے اور کدھر دیکھئے</p>
---	---

نہیں کہو لے انگبین کیونکہ منظر
وہ آتا ہے کوئی اور دیکھئے

باب نجات

<p>پلا اب وہ می ساقی پاکذات اچھوتی دے وہ دختر زنجے بناست و بخود مشاخصیر اٹھا جام کربلہ درغِ لال وہی خوب ہیں جو کہ رہتی ہیں وہ می دے کہ وہ میں محبت میں ہم</p>	<p>بنے حلقہ جامِ بابِ نجات کہ ہو دم پہ قابو و عا و ن تجھے کہ دیکھوں میں اپنی ہی عالم کی سیر کہ دنیا سراسر ہے خوابِ خیال غمِ منیت لنگو نہ کچھ فکرِ بہت کہ رہتی ہو شادی نہ رہتا ہر غم</p>
--	--

<p> مجھ مت کر کر تو پہنچا دوان نہ چھوٹے مگر یہ سلامت روی ہر اک راز کی پاس داری ہو نہ لغزش ہو کچھ خود پرستی میں بھی چھڑا دے خیال حیات و ممات وہ جی دگے جو کہ یوں بخیر اٹھا جام دے پہر اب ہر شراب مری مے پرستی کی وہ شان ہو جرم سے نہ مطلب نہودیر سے نہ اغیار کام آئیں گے کچھ نہ یا پلا ساغیر عشق کر شاو کام کہا تک میں افسانہ کل سنوں پلا بادہ پھر سن میری داستان نہ گھیراؤں کیوں دور ایام سے رہیگانہ کوئی رہا بنیظیر </p>	<p> انا الحق۔ کہے ذرہ ذرہ جہان کہ پی کر اُبلتے ہیں کم ظرف ہی بھٹکے میں بھی ہر شکاری سے قدم لڑکھڑائیں نہ مٹی میں بھی کہ دنیا کے سب کام ہیں بے ثبات نہ جنت کا غم ہو نہ دوزخ کا ڈر جو دے لے اٹھا دے دوئی کا گنج جہان خود پرستی بھی ایمان ہو لگاوٹ نہ باقی رہے غیر سے خیالی ہیں سارے نقش و نگار ہے دنیا فقط ایک دھوکا نام کھانک ملاحی کا قفل سنوں کہ ہے جام آئینہ رستان صدا آہی ہے لب جام سے رہے نام اللہ کا بنیظیر </p>
---	--

یہ وہ دور ہے جز خدا و زندگار
 نہیں بڑے جو کسی کو بقا
 نہیں جانتا کوئی دم کا شمار
 شوق نے گرائی جو خم سے شراب
 حیا صبح کی مھر کھونے لگا
 چلی ٹکڑاتی نسیم سحر
 سبھا لے ہو آپ کو بکلی ظہیر
 ماراہ میں حیلہ نامور
 میں جانے کو تھا خدمت شاہین
 ذرا اتنی تکلیف منراہیے
 یہ سنکر چلا وہ شہد در جہان
 اسے یہی غرض ساتھ لیکر وہ شاہ
 یہ آئین شالیستہ و دلپذیر
 وہ سلطان عالی نسب فی کمال
 ہوئی رخصت درد و غم ناگزیر

کیسا بھی ہرگز نہیں استبا
 مجھے ذات میں اپنی کرتو فنا
 نہ ٹوٹے کبھی جامِ زترین کاتار
 اٹھا تھا ہوا آفتاب
 دماغ ہوا گرم ہونے لگا
 شعاعیں بڑھیں نشہ میں جہم کر
 چلا سوے دربار مہر منیر
 یہہ پہونچالی اس با وفا فرخبر
 مگر آپ ہی مل گئے راہ میں
 جواہر کو بھی ساتھ لیجائیے
 وہ جس جافروکش تہی آیا دہان
 گیا پیش سلطان گیتی پناہ
 ہوئی وہ قدم بوس مہر منیر
 بہت خوش ہوا بعدِ تفتیشِ حال
 ہوا موردِ صد کرم منظر ظہیر

جٹا کر زراہ غایت اُسے
 کہا ہے ہی حالِ کائنات
 یہ کہکشاں جتنے وہ سب کے سب
 ذری دور جا کر رگشاہ دین
 بڑی لوح پر جو نظر اکیبار
 یہ لکھا ہے عاشقِ منظر
 اسی میں تو چھپا اب آخوش صفا
 پڑا یہ تو فوراً شبِ منظر
 دکھائی دیا سانسے ایک باب
 وہ بابِ سعادت بلند تقد
 نگہبان ہزاروں پیادہ سوار
 اوہوں نے خود کیا اٹھا کر نظر
 برابر کھڑے ہو گئے اک طرف
 قریب آگیا جب وہ عالی تبار
 لئے ساتھ اسکو بصد غر و شان

دیا سوئے گنجِ محبت اسے
 اسے لیکے جاسوئے بابِ بخت
 روانہ ہوئے ساتھ با صد ادب
 کہا دیکھہ اب اپنی لوحِ یقین
 تو کیا دیکھتا ہے وہ عالی وقفا
 اٹھا جلد و امان مہرِ منیر
 نظر آئے تاجِ حکو بابِ نجات
 چھپا زرد امان مہرِ منیر
 بجلی میں رشکِ سہ و آفتاب
 کہ شکل سے کسوئے ہرے نظر
 فرشتوں کا یہی ہونہ اسجا گزار
 کہ آتا ہے شاہنشاہِ نامور
 جھکے بہرِ تسلیم وہ صف بہ صف
 قدم آکے سب نے لئے اکیبار
 ہوا داخل بابِ شاہِ جہان

<p>ہوئی ختم جسوقت وہ درباب ذرا دیکھاب لوحِ احرارِ بنی طبر یہ سنکر جوین لوحِ پرکی نظر نہ اور اک شادی نہ ماتم رہا</p>	<p>تو بولا وہ سلطانِ رحمت ماب کہ کہتی ہی وہ کیا حکم تیر تو اپنی ہی تصویر تھی جلوہ گر فقط ایک حیرت کا عالم رہا</p>
<p>وا دی حیرت</p>	
<p>پلا اب وہ مے ساقیِ مہربین دے جائے خوش بڑھے جادو وہ مے دے کہ ہوا سکا عینِ یقین ملکِ پراڈڑا وہ سنہرا غبار نجومِ اپنی ہستی کو کہو نیلگے سحر لیکے آئینہ آفتاب مظلما بھاڑ دیکھی وچوٹیاں ہرے نخل اُنیز را نشانِ کرن وہ سہنیز پودے طراوت بہر وہ شبِ نیم کی دہوئی ہری ہینا</p>	<p>کہ آئینہ بجائے لوحِ یقین بناوے مجھ مستِ علم وجود کہ انسان ہی ہر کتابِ تکوین سنوڑ ہوے دادی و کو ہزار تجلی میں روپوش ہو نیلگے ہوئی جلوہ افکنِ مصدقِ تاب دکھاتی ہیں اسوقت کیا کیا مان شاعرِ نچی وہ کو پلون پر پھین وہ شفاف چشمے لطافت بہر زمر و کی وہ قدرتی کلیناں</p>

وہ شیشے کی چادر وہ صابنا	وہ پانی کا جھڑا وہ چاندی کے تار
گلے گل کے نہر و گاہنا کہیں	سر شاخ پہو لو گاہنا کہیں
چھا پڑتا ہے جو بن اشجار پر	وہ گدرا پہل ہر شجر بارور
کہیں زکس مست حیرت فروش	کہیں لالہ سنج ساغیدوشن
وہ بکھرے ہوئے سبیل شکر بال	وہ نکہرا ہوا چہرہ نوہال
ریاحین خود و کہیں بے شمار	کہیں پہل چوئے کہیں ہنوز
چرند و گاہنا جنگل میں جنگل کہیں	جاسر و کوہی کا دنگل کہیں
چھاڑو سکے دامن میں وہ بنوڑا	وہ گنجان شاخین شجر سایہ دار
کہیں چوڑی بہرے ہن ہن	کہیں طائرانِ حسر نغمہ زن
پرے کے پرے مرغ یا قوت بال	کہیں غول کے غول رغاغزل
کہیں جھنڈ چڑیو گاہنا لالے آب	پرند و گاہنا جھڑا برنگِ سحاب
کچھارون میں شیروں کا ہنگام	وہ دریا کا موجین کہیں بارنا
کہیں کہو میں بیٹھے ہوئے اردو	کہیں غار میں جاگزین تیسندو
کہیں ہاتھیوں کا کھڑی جھومنا	ورند و گاہنا جنگل میں وہ گہومنا
دو دو دام حسین ہنر و نہا	کہیں کند پر وہ گہنی جھاڑیاں

چٹا نوپہ وہ چادر آب صاف	سہ چاندی کے پتر کا جیسے غلاف
کہیں گہا میٹون پر رندوں کا زور	کہیں ڈالیوں پر پرندوں کا شور
وہ کیلے کا جنگل وہ آبِ روان	ترابی میں لاکھوں جڑی بوٹیاں
وہ گلون کا سپر ناچا گاہ میں	بچھا بنر قالین حصر راہ میں
سایں سنگِ مرمر کی باب و تار	دکھانے لگین پر تو آفتاب
فرا دور چل کر بیابان میں	ردان ایک دریا ہی میدان میں
ملاطم ہے امواج کا استدر	کہ آتا نہیں وہ کنارہ نظر
یہ سہے مگر کوئی مردِ خدا	نہیں دیکھتا کچھ ہی اپنے سوا
جد ہر آنکھ اٹھاتا ہے وہ خبر	تو اپنی ہی تصویر ہے جلوہ جگر
یہ عالمِ تختِ سر کا ہر بات میں	کہ جو شے ہے وہ اپنی ہی دانت میں
کھڑا ہے ترود کی حالت میں	بھینسا ہے بہت سخت حیرت میں
کھڑا سوچتا ہے وہ نازک نراج	کھان لائی ہے جگو تقدیر آج
ہوا محو حیرت جو وہ خوشِ عمل	نو گہرا کے پڑھنے لگا یہ غزل

عزل

یہ کیا ہے بہنِ خیر شہری بہن	ہر اک شے کے نفع و فربہ ہی بہن
-----------------------------	-------------------------------

<p>ہمین کوہ و راوی ہمین جواب ہمین ہین موتخ ہمین داستان ہمین و پرو کعبہ خدا و منعم ہمین لامکان مین ہمین ہر جگہ ہمین و قمر کل ہمین لفظ کُن ہمین خود مسقر ہمین خود نگاہ ہمین نیست ہمین خود ہمین ہست</p>	<p>ہمین نخل و سبز و عسبر ہی ہمین ہمین مخبر حق خبر ہی ہمین ہمین صاحب خانہ گھڑی ہمین اد ہر ہی ہمین ہمین اد ہر ہی ہمین ہمین طول ہی مختصر ہی ہمین تاشا ہے اہل نظر ہی ہمین قضا ہی ہمین ہمین قدر ہی ہمین</p>
<p>ہمین نضر جاتان ہمین منظر ہمین ذات باری بشر ہی ہمین</p>	
<p>اسی شکل مین سراخام کار مگر وہ تو پہلے سے آئینہ ہی اسی شکل سے پروہ رخا جوان وہ کہنے لگی اسے شہ بانبر تری شکل ہر جا ہی گویا گیر ملون یہاں تو کر خستہ بار</p>	<p>اُسے لوح یاد آگئی ایک بار نظر آئی پہر اپنی صورت وہی لگا پوچھنے کیا کردن اب یہاں یہہ واوی حیرت کا ہر سب اثر نہاں پر انہین مین ہی مہر منبر کہ تا بچہ یہ باز ہوا آشکار</p>

<p> جسے ساتھ تیرے تغیر نہ ہو پڑے تو دامن اسی مرد کا جو ہر لپٹاؤں شاہ و میندار جو اس کی حیرت سے جا گذر یہ سمجھا تو وہ حسد و نامدار بدلتا گیا جیسے جیسے وہ رنگ نظر آئی اک صورتِ غنیمت یہ دیکھا تو وہ حسد و دو جہان جدھر سے وہ دیکھا ہوتا گئے نظر آئی اک کشتی امتحان چلی جس گہری موجِ بادِ مراد گئے جب کہ دمار سے میں نہ نیک جو طوفانِ حسرت ہوا اسکا بدلنے لگا رنگ ہر با خدا یہ کہ کتاب ہے گو ہو خفا ہی سے تم </p>	<p> سمجھ سراسر صورتِ پاک نہ اندیشہ کر گرم کا سرد کا ابھی پار ہو بھر و خنار سے پہنچ جائے تادشت ہو بخیل بدلنے لگا حالتینِ شیمار وہ شکنیں بدلتی رہیں بید رنگ کہ ہر گز نہیں وہ تغیر پر زور ہوا اک طرف ساتھ اسکا روان بہت لوگ ہمراہ ہوتے گئے ہوئے سب سوار اس پہ باغ و شان روانہ ہوئے سب وہ عالمی نژاد مہنور میں پڑی کشتی آمدِ زور ہوئے خوفِ سحر کے سب بقا مگر ایک حالت پہ ہر نا خدا کہ کہیں کوؤ پڑنا نہ کشتی سے تم </p>
---	--

<p> یہ ایک وہ گجرا گئے اس قدر مگر لوح کے حبسیر شاہ بہت کوششوں سے غرض ناخدا کنارے پہونچکر یہ پٹری صلاح کہ جو دہستے ہیں سبنا لوانہین غرض ملے دونوں وہ عالی خصال کنارے جو پہونچے حکم قدیر تو اس آئینے میں یہ یا نظر نہ تھا یہ پیش نظر ہر کرسے بحر زخا رین غیر راہ ہر حسد وین سناہ کنارے پہ کشتی کو لے ہی گیا کہ اس وقت ہر بسا سی میں قلام چھنے بطح بن کالواہن سین جہا تک ملے انکو لائے کمال لگا دیکھنے لوح کو تنظیم کہ تصویر محبوب جلوہ گر جد ہر آنکھ اٹھائی او ہر ہر </p>	<p> یہ ایک وہ گجرا گئے اس قدر مگر لوح کے حبسیر شاہ بہت کوششوں سے غرض ناخدا کنارے پہونچکر یہ پٹری صلاح کہ جو دہستے ہیں سبنا لوانہین غرض ملے دونوں وہ عالی خصال کنارے جو پہونچے حکم قدیر تو اس آئینے میں یہ یا نظر نہ تھا یہ پیش نظر ہر </p>
دشت ہو	
<p> کہ ہر سو ہوا شد کا دور ہے کہا تک یہ کثرت میں وحد کی فنا کر دے مجھ کی ذات میں وہ تار و کی چھان وہ نیم سحر سحر کہا کے فارغ ہو کر وہ دا </p>	<p> کہاں ہے تو ساقی یہ کیا کورے بنا جلد بخود ترے دم کی خیر وہ دے دے کہ وہ دن جسکو سونا شب غم کی خفت وہ چھلا پر اتھو جاگو کی ہر طرف ہر چار </p>

بیسرون اڑنے لگے وہ طہور	تجلی رحمت کا برہمنو ظہور
کھردراڑا نے لگیں کو لکین	وہ کچھ کچھ چمکنے لگیں کو لکین
کہ معشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ	پہ پہون دل پر لگائی وہ چوٹ
منو و سحر کا سہانا سامان	تجلی نشان گنبد آسمان
شاسنچ مرغان زرین لباس	طہور سحر گرم حمد و سپاس
ہر آتش فگن خرمن ہوش میں	کوئی بے بڑانا ہوا جوش میں
کوئی میت ٹہی دریا ہے کہین	کوئی گشت کری دارنا ہے کہین
ہر اک رنگ کے چھپ چھپا	خوش آئند ٹوری سریلی صدا
کہ آڑی نکلتی ہے اتمان سے	کوئی زمرہ سنج اس آج سے
کوئی اپنے پنجم کے سپر نشار	دکھاتا ہے کوئی رکھب کی ہیا
کہ سراسر اپنے قبضہ میں ہو جس طرح	لگانا ہے دیوٹ کوئی اس طرح
وہ گندار پر زمرہ دل نشین	چتر ہی اٹری تہنم کی چل پہرین
وہ کو تو مکی بادی سرو کا اتار	وہ چھوٹ اور سم کی کہت پر بیار
دکھاتا ہے دھن کی کوئی شدو	کوئی گر رہا ہے وہ عشق سند
کوئی جو تار اور انترے پر خدا	کوئی بول اور گت پہ نہنہ سدا

<p>وہ ہلتی ہیں پسپل کی جو پتیاں کہیں شپ کی دوں کا شور صدائوں سے گونجا ہوا بن تما سناجب یہ ذکر خفی و جلی ہوا محو سفر میں دماغ کنارے سے آگے بڑا بینظیر ملا اک کف دست میدانِ بگ وہ بالو کے ٹیلے وہ اُبلے پھاڑ ہوا کے وہ جھونکے خدا کی پناہ تہیب آگئی دو پھر جب مان شریکے ذرے جو اڑنے لگے مکروں کی تہا ہے یہی بینظیر ہوا و جدین کے فغہ سدا</p>	<p>بجاتی ہیں ہر تال پرتا لیاں کہیں آڑے چوتالے کا زور درختوں پہ حیرت کا جو بن تما اٹھا بستر خواب کے مھر بھی صداسے جس نگیا شور زراغ وہی ہر طرف شکل مہر شیر جد ہر دیکھئے اک بیابانِ ریگ کہیں چاندی ٹکروں کی وہ آڑ کہ جن تصور کی دسندلی نگاہ تشنے سے ہوئی ریگ آتش فشاں ہوے کوہ آتش فشاں ٹکڑے بیابانِ ذرہ ذرہ ہی مہر شیر تو پیدا ہوئی ہر طرف یہ صدا</p>
--	--

غزل

مرے جان و دل میں بٹاؤ ہی	جد ہر دیکھوں جلوہ نما ہے وہی
--------------------------	------------------------------

وہی مقتدی مقتدا سے وہی	وہی راہ رو ہے وہی رہنا
وہی ریگ مچ صبا ہے وہی	وہی باد صحر وہی گردِ راہ
نشانِ رو مدعا ہے وہی	وہی سنزل عشق میں میلِ راہ
وہی سبک بانی بنا ہے وہی	وہی سب سے اول۔ اسی کا ظہور
وہی سب سے اصل جدا ہے وہی	وہی سب کی صورت ہی سب کا جان
وہی رند ہے پارسا ہے وہی	وہی ساقی نئی وہی محتسب
ہر آواز میں بولتا ہے وہی	ہر اک جسم میں ہے وہی بس خوش
ہر آواز کی خود شفا ہے وہی	وہی خود مرض ہے وہی خود دوا
لگا ہوں میں اب پہر رہا ہے وہی	کہہ ہی دیکھتا تھا میں نیزنگے ہر
وہی شکل انسان خدا ہے وہی	وہی ذاتِ مطلق وہی منظر
گیا بیٹھا اک جاگر بھر کے آہ	یہ پڑھتا ہوا جا رہا ہے وہ شاہ
تو دیکھی پھر اس میں ہی شکلِ مہر	نظر لوح پر کی جو زیرِ سپہر
یہ کہنے لگا کیا کردن اب یہاں	اسی شکل سے وہ شہرِ کاروان
جسے دیکھتا ہوں وہ مہرِ منیر	رہوں کب تک اس حالِ بین بین
لٹا دے تو اب قید صورتِ بہان	وہ تصویرِ بولی کہ لے کاروان

فقط اپنے ہی دل سے کچھ دعا
 ہر اک عزم ہر فعل کو اسے جری
 ترے دلیں جو آئے کرید ہر
 طے آگ بھی تو نہ رگنا کہیں
 جو ہو بے تکلف تو ہر بات میں
 سوئے قدس جو وقت ہو گا گزر
 کہ میں کون ہوں اور کیا کھان
 یہاں تو سادے فیو و صفات
 گئی ہے جو وہ اک رہے تقیم
 دہان سوئے راست استقی
 سر راہ ہے ایک تخت روان
 یہ گوسب نظر آئیے شکل مہر
 مگر پوچھنا دل سے اتنا زہنت
 سوار آپہ ہونا تو باکر و سر
 رہیگانہ عشوق و عاشق میں فصل

کسی غیر سے تو نہ رکھ واسطہ
 سبھ سے ٹھکر ہے اسکا وہی
 کہ جانی رہے یکم یہ چپک
 کہ آجائے قدرت کا حق یقین
 طے جا کے محبوب کی ذات میں
 تجھے خود دہو گی کچھ سکی خبر
 نہ تمسیند ہو گی کسی کی دہان
 دہان خود نہ رہ جائیگی قید و آ
 چلا جا اسی سمت بے خوف و بیم
 وہ نکلا ہے اک کوچہ بخودی
 کہ گردش میں ہے صورت آسمان
 بھر نوح و کھلا مینے شکل مہر
 و کھد گیا یہ راہ ہے یہ تخت
 نہ تا قدس پہ ہو گی تجھ کو خبر
 دہان ایک ہو جائیگی نقل و اصل

وہاں جا کے دیکھ لیا جب اس حین
تو کہہ رہی نہیں اور سب کو پہن

بھار

پلا سا قیام ہے لاد نام
ساقی ہر اک گل کی دوری مجھے
ہے نور و راج اسے بہار کرم
نظر آتی ہے قدرتِ ذوالجلال
ابھی مل رہا ہے قمر کا سپر اغ
وہ جو کہکشان کی شکر ہر ادیر
ہر اک سمت ہر کیا مہمانان
ابھی تک نہیں آتی آواز کوس
وہی شعلیں جلتی ہیں آبتین
کہیں ادھکتے ہیں تجھ سے گدا
گے شہر سے بہاگ کر دو چور
تجلی کا ہے ہر طرف گوجوم
پرتی صنوبر کی رہ سم گدا

گلابی رہیں میری آنکھیں ہم
چمکا دے رہے تاحضرتی
بناوے مجھے غیرت جام جم
کہ پیش نظر ہے زمانہ کا حال
کیسا ہے حیرت خوار و نکال
شما حوان نے چھڑکا اسے رات ہر
فرج بخش ہر کیسی تار و پکی چھان
جبین فلک ہے جبین عروس
وہی پھول چھلے ہیں آلابین
پڑے ہیں کہیں مست شہزاد
نہیں لب کہیں سپر واکاشور
مگر ماند ہونے لگے ہیں نجوم
ابھی ہنس رہا ہے چراغ قمر

بجلی میں ڈوبی مچنی چاندنی
 قریب آتی جاتی ہے اب صبح کی
 شفق آسمان پر ہوئی خیر زن
 شامو کا جھونکا جو آنے لگا
 بد نے لگا رنگ پیر فلک
 دم صبح و انجیر پڑنے لگا
 نظر آتا ہے آدمی دور کا
 گیا سیر کو غیب میں ماہتاب
 پڑا جتے پانی میں عکس شفق
 آراہر طرف وہ اسیل و رگمال
 مچانے لگا شور مہر سو گسر
 ہوئی بھیج رنگین ادا خندہ زن
 چلے جانب تبکہ بید خان
 چپے جام درویش زندان
 شامو کی بڑھنے لگی اب بہار

بنی آئو صبح سے سیرنی
 یہ نقل ضیا ہوگی دم بہرین سل
 گلابی رنگا چغ سنے پیر ہن
 سپر اغ و جھللا نے لگا
 دکھانے لگی صدف شفق کی جھلک
 اجالا بھی رہ رہ کے بڑھنے لگا
 پھٹی پودہ تڑکا ہوا نور کا
 نظر آئی وہ شرق میں آب تاب
 بنی سطح دریا گلابی ورق
 ہوا دامن صبح تک لال لال
 جگانے لگی باتک منہ سحر
 چکنے لگی جگمگاتی کرن
 تازی اوٹے سسکے شور و آواز
 درمیکدہ پراٹسے سے پست
 بنالہ زار فلک شطرنج

سُنہرا ہوا عارضِ حسینِ پیر
 وہ جیایا گلستانِ پرنگِ شفق
 وہ بلبلِ وہ طوطیِ شکرِ شکن
 جو نازِ گلشنِ لبِ جو بہار
 غدا دل کا ہر سمت جوش و خروش
 کہیں بیلِ زار کے چہچہے
 بہار آئی نگہِ کمرِ ہنساںِ چمن
 وہ بوٹوں میں کھلے لگے پھوٹنے
 درختوں نے پہنا وہ دہانیِ لباس
 نئی پتیان وہ چکنے لگیں
 ریاحینِ سرسبز تازہ بہار
 وہ شاخِ نمن کوئلِ نکلنے لگی
 بنفشہ کہیں سنبلِ نہ کہیں
 گلستان میں ہر سو شمیمِ بہار
 سینہ ان نازک ادا لالہ رو

نکلنے پہ ہے آفتابِ سحر
 مظلما ہوئے سارے گل کے درق
 چمکتے ہیں کیا کیا طیبورِ چمن
 اُنٹھے بہرِ تعظیمِ فصلِ بہار
 نسیمِ چمنِ مست و ذہبتِ فروز
 کہیں شاہدِ گل کے وہ تہقے
 بدلنے لگے نخلِ رختِ کہن
 غدا دل کے چمکے لگے جھوٹنے
 لب نہرِ سبز و زمردِ اساس
 وہ کھل کھلے کلیان کھلے لگیں
 وہ پھولی جناہِ حرفِ عطربار
 درختوں کی صورت بدلنے لگی
 کہیں ہوسن و گل بہارِ آفرین
 اڑی دوشِ بادِ سحر پر سوار
 روش پر پھلنے ہیں ہر رنگِ بو

<p> وہ پھولے ہزاروں طرح کے گلاب کھلی چاندنی باغین جا بجا وہ زکس کھلی اور شبنم کھلا وہ لالہ کھلا وہ کھلی کا منی وہ فوفاستہ نو عروس بہار دکنے لگا آتش گل سے باغ کھلے پھول لاکھوں طرح کے نام دکھاتی ہیں قدرت کی صنایع جگاتی ہے انکوں سچ ٹھکتی ہے جوشِ نو پر سوار وہ چھتوں سے جھکنے لگیں بہیناں ٹپکنے لگا شہد اشجار انار اپنے جوبن دکھانے لگے لٹکتی ہیں آمنہیں وہ کیریاں لہے ہیں درختوں میں فصلی </p>	<p> کھلے پھول بیٹے کے وہ لاجوا وہ پھولی چنبیلی کھلا سونگرا وہ گڑل کھلا اور حسیر کھلا وہ پھولی نواڑی کھلے کا سنی چمن زیور گل سے زیبا نگار بھراے سے لالو کارنگین باغ یہ فطرت کا ہر قدرتی انتظام وہ پھولوں پر اترتی ہوئیں تکیان پڑے ہیں جو اس لطف سے بخیر لیے لٹخنے موجِ بادِ بھار گرین پھولوں پر شہد کی کہناں بھری گود شاخوں کی انار سے وہ گدراے پہل رنگ لاؤ لگے وہ انگور وہ رس بھری لہیاں تروتازہ سرسبز ہے ہر شجر </p>
---	---

<p> وہ تارگیوں اور بیوں کے پھول وہ فصل پیسی کے خرمن کے ڈھیر وہ صحرائی دیکھے کوئی آبِ ہیا وہ بھولا ہوا ڈھاک بھی ہر طرف وہ سرخی میں سینہ میل کے گلِ سبیل وہ سر کے پھولوں کی بوتلیں و تہ دکھائی دین اس وقت کیا کیا پھل کہ ہر گہ آئی ہو یا مجھیب عجب مست خوشبو ہر پھول کی دوا ہوتی دور وہ جہاں بیان میں مگر کہیں نیم کے پھول عطر آفرین کرن پھول اکڑ ہر لئے بے شام وہ سہج کے وہ سنج گھنٹکے پھول وہ صحراکا ہر فصل پھولا ہوا ہوا میں ہے نشو و نما کا اثر </p>	<p> کہ بے سونگے ہوں مست اہل عقول جھین دیکھا قحط سالی ہو سیر کہ پھر کوں ہر شاخ ہو شعلہ زار لگا سب سے اک آگ سی ہر طرف دکھائی دین لطفِ ریاضِ خلیل جسے سونگے ہی کھلے ذہن کُند چمکتی ہو چاندی کی جیسے کرن مگر ہے کروندے کا جھل قریب ہوئی جاتی ہے دل کی حاشیاء ہوا میں لپٹ آ رہی ہے ادھر کہیں گچھے گچھے کچھ ار کے نازنین دکھاتا ہے چاندی گھنٹکے و ہدا التماس اور مال گنگنی کے پھول غیم بادِ صبر کو بھولا ہوا ہیں سستی پہ وحش و بطور بشر </p>
--	--

دکھاتا ہے پھولوں کا جو بن اُجھار بنیں ہوتا یہ زورِ ستی کبھی میں اس شانِ قدرت پہ مہمِ شا کے خلقِ لاکھوں طرح کے بشر نظر آتی ہیں جتنی یہ صورتیں بنیں قیدِ صورتِ فقط بات اسی کے کرشمے ہیں یہ روزِ شب فلک پر چھل بل دکھاتی ہوئیں ہوئی وہ پتیلوں پہ چلوہ فلک جلی سے عالم ہوا فیضِ باب وہ تختِ روان پر کوئی ذی ہم مگر اس کو اسکی بنیں کچھ خبر یکایک ملائیک بابِ بلند	انگوں پہ ہر خوش رنگ بہار کہ ہر شے پہ چھائی ہر اک بخودی دکھائی ہیں جس نے کیا کیا بھار بنیں مٹیں پر شکلیں بائید گر ہجومِ خیالات کی صورتیں یہہ کچھ ہی بنیں ذات ہی ذات کہ اک چیز ہے دوسری کا سبب شعاعیں بڑھیں جگمگاتی ہوئیں درختوں کی چوٹی پہ چمکی کرن وہ ٹھلا چمکتا ہوا آفتاب اڑا جاتا ہے شکلِ ابرِ کرم کہ میں کون ہوں اور آیا کہ ہوا اوسمیں داخل ہو وہ فیروز بند
---	--

روضۃ القدس

لَفِیْمَ النَّارِاحِ فَرْمَیْسِیْنِ

پلا سا قیابِ حقِ اِیقِیْنِ

دئے جائے وصل بان باہری کریم	فطوبی لبہ فاز فوز العظیم
ابد تک یونہی رکھ مجھ کا سیاہ	ہو اللہ عیسیٰ بغیر الحساب
تو تادم قوتی و دلی کردگار	مین بندہ ترا پر گنہہ شرمسار
یہ قدرت تجھ صانع پاک کو	محمد سے روشن کیا خاک کو
ترے لطف سے ہر پہ سب ہی نگار	بہارِ شباب و شباب بہار
یہ تیری عنایت جوانی مری	ہے کس شان کی زندگانی مری
بنایا مین عاشقی کے لیے	پھراں پر کمالات آنی دے
ادا شکر جن کا نہ ہوتا ابد	لک الحمد یا ذالجلال القصد
جسے جعفر چاہے دے خلیا	نوقادر ہے اس پر رود و گار
تری حکم مین ہین زمین و زمان	گوی جای پھر تجھ سے کج کر کہاں
مین بندہ ہوں تیرا تو معبود ہے	یہ سب کچھ نہیں تو ہی موجود ہے
جو پر وہ اتحادے تو اسی ذو المن	تو کم ہو نگاہوں سے یہ ماؤ من
تو انکھوں مین بار بے ہی جی مین	مگر لطف کچھ بندگی ہی مین ہے
عنایت کی جس پر کرے تو نظر	سحاب کو دالہ کردی ہنر
غرض نیک و بد نہیں زینہ دار	کہ تو ذو المن ہے خداوندگار

یہ سب تیری قدرت ہی ذوالجلال	کہ ہر رنگ میں ہوں عیدم مثال
پڑایا سبق ہم کو اخلاص کا	کیا مورو اس رحمت خاص کا
دیا پھر میری وہ غفور	کہ جس کے لئے ہے یہ سارا ظہور
وہ احمد وہ محبوبِ جلیل	نزدِ مئی دعاے خلیل
وہی حُسنِ گلِ عشقِ لبّیل وہی	غرض سب یہ افراد ہیں گلِ ہی
دیا پھر وہ مرشد بھی ای ذوالجلال	جو اس وقت کو نین میں بے مثال
وہ محبوبِ فخرِ نندِ شیرِ خدا	سرا دیا وارثِ الانبیا
وہ جلوہ نمائے کمال وصال	وہ آئینہ قدرتِ ذوالجلال
وہ توحید و وحدت کے پستِ پنا	شریعتِ طریقت کے وہ نگہ گاہ
وہ مرشدِ مرے وہ گرامی پدر	جو ہر راز سے عشق کے باخبر
شہنشاہِ دین شاہِ احسانِ علی	وہ قطبِ مدارِ فقیہِ ہدلی
خلافت کے رو سے کجِ تمیز	تھے وہ نائبِ شاہِ عبد الغفر
اب اس سے زیادہ ہو گیا مبرا	کہ میں عاشقِ سنتِ معظوظ
انہیں کا ہے یہ فیضِ یزدان	دیا تو نے ایسا جو استاؤ فن
لقب جسِ نحرِ محبت پایا وحید	نہ پھر کیوں ہو عالم میں کیا حید

نثار محمد وہ قطبِ زمن
 الہی وہ محبائے ناز و نیاز
 وہ عالی نسب سید پاک زاد
 اسی کی بدولت میں پہنچا میں
 وہ اک شہرِ روضۃ القدس نام
 مکانات اہل صفا کی منیر
 عمارات حیرت فرائے ملوک
 مکانوں میں نقشِ ازل کی
 وہ دیواریں یقینہ با آب و تاب
 نہ پھر کیوں ہوں وہ راستہ بجاؤں
 ملی آبِ رحمت عالم کی جان
 لگاؤں عارفانِ جاگشت
 پڑا سخی میں رنگِ مہرِ حال
 بلندی کو لازم تھی پستیِ جہان
 جہان تھی مناسب نمودِ فرار

وحید و یگانہ خدا کے سخن
 مرا سر شد پاک و دانگ راز
 ابد تک سلامت ہے بامراد
 کردن جیسے قربانِ مکانِ لایکان
 سرِ صفا جانِ خوبی تمام
 نکالی ہوئی خشتِ ماہِ سنیر
 مقامات اسرارِ اہل سلوک
 وہ رفعت کہ ہوا بوجِ اندیشہ سبت
 جو دل سحر اوٹھا دینِ ولی کا عجب
 کہ ہوا صلِ حق جن کی بنیاد میں
 گلایہ سب اس کا جب بیگان
 ہوئی صرف تخریر میں سرِ نوشت
 سفیدی میں کا فورِ صبحِ جلال
 تو لی عشق کی خاکساری دمان
 دمان صرف کی رفعتِ کرونا

<p> دیاعرض اگر کبر امتیاد کا نہ کس طرح مضبوط ہوں پھر بھارت ہراک گنگہ محسوسِ راج کمال پناہ عنبر بیان و درجہ بند محافظ ہراک در کا پیک حیات ہراک گوشہ میں راز کا بندوبست قضا و قدر نام مساک بھرا کوٹ کر ہر طرف رنگِ عشق جو خالی رہی جائے اہل نیاز سکانوں میں ہر سو وہ نور امید چراغِ رضا سے جو روشن ہیں گھر ہراک در کی محراب میں ہر وہم مکانوں میں مٹی وہی ہر تمام ہراک طاق ہر دل کو یوں ملتا وہاں چوب کی جا میں تارِ نگاہ تو ہے طول بھی حسرتِ دید کا ہر کرسی سکانوں کی پاسے تیار ہراک آستانِ عرشِ جاہ و جلال عصائے ضعیفان ستونِ بلند وہ ہر ایک دروازہ بابِ کجی ہراک کمرہ خلوت سرِ است توکل و امان پُشتہ دیوار کا وہ شفاف دیوار میں رنگِ عشق بھرا اُس میں خونِ شہیدانِ ناز کہ بختِ سبب بھی وہاں ہو سپید ہے تسلیم سے حسنِ محرابِ در کہ قوسین کہا میں ایگی منہم کہ اُس کا عجبِ محبت ہر نام نہیں دوسرا ایسا بالائے اتفاق ہے سفیفِ کانِ ظلِ لطف آہ </p>	<p> دیاعرض اگر کبر امتیاد کا نہ کس طرح مضبوط ہوں پھر بھارت ہراک گنگہ محسوسِ راج کمال پناہ عنبر بیان و درجہ بند محافظ ہراک در کا پیک حیات ہراک گوشہ میں راز کا بندوبست قضا و قدر نام مساک بھرا کوٹ کر ہر طرف رنگِ عشق جو خالی رہی جائے اہل نیاز سکانوں میں ہر سو وہ نور امید چراغِ رضا سے جو روشن ہیں گھر ہراک در کی محراب میں ہر وہم مکانوں میں مٹی وہی ہر تمام ہراک طاق ہر دل کو یوں ملتا وہاں چوب کی جا میں تارِ نگاہ تو ہے طول بھی حسرتِ دید کا ہر کرسی سکانوں کی پاسے تیار ہراک آستانِ عرشِ جاہ و جلال عصائے ضعیفان ستونِ بلند وہ ہر ایک دروازہ بابِ کجی ہراک کمرہ خلوت سرِ است توکل و امان پُشتہ دیوار کا وہ شفاف دیوار میں رنگِ عشق بھرا اُس میں خونِ شہیدانِ ناز کہ بختِ سبب بھی وہاں ہو سپید ہے تسلیم سے حسنِ محرابِ در کہ قوسین کہا میں ایگی منہم کہ اُس کا عجبِ محبت ہر نام نہیں دوسرا ایسا بالائے اتفاق ہے سفیفِ کانِ ظلِ لطف آہ </p>
---	---

وہیں بام کو کہتے ہیں اور عشق
 نہ کیوں وہ محل ہو حقیقت طراز
 ہو اس گھر میں کیا حال مشتاق کا
 وہاں رکھتا ہے ہر مکان بایں
 ہر ایوان کی واہ کیا شان ہے
 ہو اس رہ میں پھر کیا نشیب و فراز
 کرے کیوں نہ شکل اس گلی کا فلک
 لکھوں کیا میں اس شہر کی آب و تاب
 ہے خالی شکایات و آفات سے
 وہاں پھرنے والوں کو یہ عید ہے
 یہ گلیوں میں سچا روشن کا و نور
 مکانوں کو لگے وہ خوش وضع باغ
 نسیم حیات اس جگہ کی ہوا
 معطر یہ گلیاں دہانگی تمام
 جلال و جمال اس کے شمس و قمر

ہے زینہ اسی بام کا مہر عشق
 کہ ہو نردبان جس کا عشق مجاز
 جہاں فرش ہو چشم عشاق کا
 فضاے تقرب کا صحن وسیع
 سعادت ہر اک در کی در بان
 جہاں فرش رہ جو حسین نیا
 بجائیں جہاں اپنی آنکھیں ملک
 کہ ہو ذرہ ذرہ جہاں آفتاب
 بھرا ہے وہ فخر و مباہلہ سے
 کہ ہر نقش پا چشم اسید ہے
 کہ ہر سمت جاری ہے اک بحر نور
 کہ عاشق کو کہنے پہ جھڑ داغ
 جو فروسے کو زندہ کو سے بر ملا
 کہ تازہ کرین قد سیریں کا شام
 ازل اور ابدا سکی شام و سحر

دمان سوہمون کا زالا ہر ڈھنگ
 جو گرمی ہر تو عشق بیدرد کی
 اسی جات داخل وہین اعتدال
 دور وہ یہ مکانات بہ آب و تاب
 عجب شہر حیرت کا گنجینہ ہے
 اگر کوئی جائے دمان بہر سیر
 نظر اسکی جس چیز پر جاسیگی
 جو کچھ چاہے تو کہہ لے کوئی بہین
 عجب شہر ہے حاصل دو جہان
 نہ دنیا سے مطلب نہ دین سے غرض
 عجب شہر آباد و معمور ہے۔
 دمان کچھ غم خیز و شہری نہیں
 فزون عیش و حال وید بے جد و کہ
 بری نفس سے ہر دمان ہر شہر
 دمان نقد راج دور و دو سلام

بدلتے نہیں پر بدلتی ہیں رنگ
 جو سردی ہے تو اک دم سرد کی
 دمان فصل کی کچھ زالی ہر حال
 ادھر کا ادھر ہے برابر جواب
 کہ جو شے دمان ہر وہ آئے ہے
 تو ہرگز نہ دیکھے وہ تقریر سیر
 تو اپنی ہی صورت نظر آئے گی
 ہو وہ ڈانا اشد دمان کچھ نہیں
 کہ رہتے ہیں اربابِ عدت دمان
 اگر ہے تو اپنے یقین سے غرض
 جو کوئین مین فرد مشہور ہے
 حدوث و قدم کا گزر ہی نہیں
 دمان سب کے حاصل حیات ابد
 ہر وہ مسکن قدسیان سیر
 غدا سب کی تسبیح رت نام

<p> خدا کے کرم سے وہاں کیا نہیں عجب پاک بستی عجب پاک شہر اُسی شہر کا حکم ذوالجلال وہ خلاق و پروردگار جہاں حسبِ کرم توئی تیر تجلی وہ روئے ہستی طلیل بصارت وہ چشم حق البقین سرت وہ نشہ جوشِ مل سورکن عارضِ ماہِ محسر تتا وہ قلب و رستِ جواد صفا بخش صبحِ ریاضِ نعیم نیار آسیرین دلِ عاشقان وہ اوصافِ مین ذاتِ مینِ بظیر اُسے سب نے دیکھا تو بے اختیار وہ اٹھ کر گئے سب سے لگا </p>	<p> نہیں تو نقطہ اک تٹا نہیں کہ ہے سرسبز جانِ اور اک شہر وحید و واحد و آرشِ پوشیا وہ عاشق کی روح او علم کی جان لطیف خیرِ سمیع و بصیر بہارِ رخ آفرینش جمیل خجستہ نگارِ ادا آسیرین طراوت فرے لبِ برگِ گل مبت کن سقفِ بامِ پہر مرادِ دلِ عاشقِ بے مراد بہارِ گلستانِ حسنِ تدیم رہ و رسم سازِ نہانِ عیان وہ شہورِ آفاق مہرِ مستیر اٹھے جب حکمِ شہِ بادِ تار لطیف کے مانند کھلنے لگا </p>
--	--

<p> ہے اس درجہ گو بخودی کا اثر مگر وقت خسرو منقطع وہ شاہنشہ کشور لامکان بہر کہنے نگاہی مرے منقطع بیان توجہ پر پنا ہے ای باصفا کہا اس نے ای میرے تابے نوا وہی نذر لایا ہے تیرا فقیر یہ سنکر وہ سلطان رحمت پنا ہے اک باغ دولت سر کرب کہا میرے راجستہ صفت اسی عالم بخودی میں وہ در اسے ہوش تھا کہ کسی بات کا جو مفہوم کل ہو گیا دل نشین </p>	<p> کہ اس کی بھی اسکو ہنیں کچھ خبر گیا سجدے میں پیش مہر منیر امین و مبین مالک و دجھان تو اب تک رہا کس بلا میں اسیر مرے واسطے لیکے آیا ہے کیا بجز عجز کے اور کیا تھا یہاں پر اب جو ہو تیری رضا ای قدیر اسے لے گیا ساتھ باغ و جاہ گئے مل کے اس میں وہ دو تون مسقبل بیان کر تو سبے اردا بیان کر گیا سب کا سب حال درو خدا جانے کس کی زبان سے کہا یہ قطع پر پائش ارباب دین </p>
---	--

قطع

<p>کہا ایک دن حمت پاک فر</p>	<p>کہ جس کا دو عالم میں ہوتا ہیں</p>
------------------------------	--------------------------------------

<p> زما نے مین اک دست سچا نہیں کہ جز حق کوئی پھر تھرتا نہیں کہ اس گراں کوئی سودا نہیں ہر اک سے کئے وہ ہمتا نہیں کہ تقدیر سے کوئی چار نہیں کہ یہ عام لوگوں کا رستا نہیں کچھ اس میں کسی کا اجار نہیں کہ بے اسکے چہناب ہی اصلا نہیں مگر ان کی کا پھر شکوہ نہیں مگر پی گیا کچھ مین کہتا نہیں کہ اب تک کسی بہ چین کا نہیں جسے دید جانان کا لپکا نہیں وہ کندن سا حصرہ دکھتا نہیں کوئی نخل یوں خشک ہوتا نہیں دیاں نام اب تازگی کا نہیں </p>	<p> ریا کار مین جتنے اجاب ہیں مناسب اب یہ خبر کر کے دیکھ شک رہو تو مولدین عشق محبت عجب راز سر ہے فضا و قدر نے ہی اگر کہا کہ مین طے بھی کر مشرل خاص جسے چاہے وہ منسوب عشق حق غرض دل دیا اک دل آرام کو ملامت جفائیں اٹھائیں تمام نہ سکتی تہین جو کچھ وہ باتیں دیا تھا مجھے بھی یہ حق نے جال وہ کیا لائے گا تاب برق نظر ہوا جل کے وہ رنگ روغن سیا مرا قد ہوا سو کھکھسیا خار تھی جس باغ میں جنکلی بہا </p>
--	--

ہوا جیسا برباد میرا جہاں
 مٹا یا محبت نے اس گل کی یون
 شکستہ دلی غم سے ایسی ہوئی
 نہم آسمان ہو کہ ہو لا مکان
 مرے دل سے پوچھ کوئی عشق
 ہر اک طرح کی قابلیت بھی تھی
 بہر نفع ہر علم کا راز دان
 یہ سب بیض ہر رحمت پاک کا
 ہوا عشق تو بے خودی آگئی
 شب و روز تہین جھلین چاند
 وہ راہی ہو کہ تھے علم دوست
 وہی اب یہ کہتے ہیں اللہ کی شان
 عمل کے بھی طالب بہت کچھ ہوئے
 محبت کا کوچہ بہت پاک ہے
 جو ہوتی ہر تیغ و دھیرا میل

گلون کا بھی یون رنگ لڑتا نہیں
 کہ دھوکا بھی اب مجھ پر نہیں
 کہ بارِ قصور ہی اٹھتا نہیں
 کہاں شوقِ سیر یا دہو پناہ نہیں
 کہ حاسد بھی اس طرح جلتا نہیں
 اسی سے مفقہ کسی کا نہیں
 مقابل مرے کوئی دانا نہیں
 کہ حاصلِ محبوب خیر کیا نہیں
 خیالِ تجسّر کچھ اصلاً نہیں
 مگر یہ تو گردون کو جاتا نہیں
 رہے جو انہیں شوقِ لگا نہیں
 یہ پھر کیا ہے جو اس کو سو نہیں
 مگر یہ تو دستور اپنا نہیں
 وہاں دخلِ خلقِ ریا کا نہیں
 تو جو نہ کسی طبع چتا نہیں

مگر فیضِ رحمت سے اللہ کا شکر	دعا میں ہے پاس کیا کیا نہیں
بتائے بھی اور ادو دو چار کو	کہ ان میں کسی طرح دہرائیں
غرض جب مقاصد ہی حاصل ہوئے	تو پھر کیا ہے کچھ میری پروا نہیں
پڑا اُس صنم پر ہی اکثر نے سحر	میں پہ صرف باطل سو دہرائیں
کیا فیضِ رحمت سزاں ہو دور	وہاں تک گزرا اب کسی کا نہیں
کسی کا نہ محتاج تھا میں مگر	بجز امتحان کچھ تمنا نہیں
میں آخر مٹا کر وہ سا مانِ عیش	کہ جس کا کوئی دم بھر و سائیں
کیا پیشِ اجاب ہر شہسوز میں	کسی فیہی الفت سو پوچھا نہیں
یہ وہ ہیں جو سحر رات دن جانِ نثار	نسل ہی کوئی اتنا نہیں
کہان کی صفائی کہان کا خلوص	کسی کا کوئی دوست عاشا نہیں
بنے وقت کے ہیں یہ سارے فریق	جو بگڑا کوئی ساتھ دیتا نہیں
اٹھایا غرض دل سے سب کا خیال	کہ بخر حق کسی کی تمنا نہیں
یہ سو چار ہنوں ایک کا ہو کر اب	غرض کیا وہ اپنا ہوا اب یا نہیں
ہے جب تک کہ دل میں تینا وغیرہ	کبھی وصل و لدا رہتا نہیں
اگر عشق میری ہو تو قدرت کے ساتھ	کہان اس کا فطرت میں جلا نہیں

نظارہ ہی پیار کی پیاری رہیں	کہ ہر شے میں کب نور اسکا نہیں
یہ نیز نگیان اور صنایع ان	ان آثار قدرت میں کیا کیا نہیں
یہ کس دست قدرت کے ہیں یاد گار	نہ چاہیں انہیں ہم یہ زیبا نہیں
مگر روکے وہ ذات جس بابت سے	خلاف اوسکے ہو کچھ یہ اچھا نہیں
مزدین اور امر کی پابندیاں	تو اس سے کوئی بڑھ کر بتا نہیں
یہ سمجھا تو پہونچا میں محبت کے پاس	ملائقی اس کو کیا کیا نہیں
نہ دنیا کی خواہش نہ دین کی ہیں	جو دیکھا تو خرق کچھ سلا نہیں
سے وہ تو اتنا مجھ کو ملا	بہر حال اب کچھ ہی شکوہ نہیں
وہ میرے معاصی وہ میرے عیب	کہ یوں حال اتبر کسی کا نہیں
جو دیکھے تو محبت کی پہر نظر	اب اون کا گمان تک ہی اصل نہیں
محاسن میں ہر طرح کا مل گیا	مجھے کون سا سن بجا نہیں
کیا خاص محبت پہر مینظر	کوئی دوست ایسا کیسا نہیں
مجھے جو دیا وہ دیا ہے ریا	غرض ان کی کچھ اس میں حق نہیں
کہا نیچہ سے کیوں نہ بجز یہ کر لیا	کہ کوئی محبت کا پورا نہیں
ذرا غور سے دیکھہ حال حیاں	کہ یہ جاگیر و مت شاہ نہیں

<p>میں جتنے کہ آثارِ سہتی عیان محبت اگر ہے تو ہو بے ریا بہت سخت ہر اُلفتِ بے ریا سائب کو تیرے میں سمجھا ہنر جسے میرے اقوال پر ہے یقین</p>	<p>یہ سب منیت ہیں بہنِ ہر کانہین کسی کا یہ شبِ تیرے حُصنِ نہین کوئی پاؤں اس دھن میں تانہین تربے حال پر لطف کیا کیا نہین تو شک اس کو کچھ اسدینِ حاشا نہین</p>
<p>کہ تو عشق بازی میں بیٹھ پھر کوئی مثل اس فن میں نہین</p>	
<p>نہ چھین دامِ اہلِ ہوس میں کبھی یہ اپنے ہی مطلب کے سبیل میں بچہ خود ہوا تجسّر بے اس کلاب</p>	<p>کہ ان کو خدا پر بھروسہ نہین غرض اور کچھ ان کو حاشا نہین یہ ظاہر ہے کچھ اس میں اخفا نہین</p>
<p>ہیں راحت کے سبقتِ اُمیرِ ظہیر سببت میں کوئی کیسا کانہین</p>	
<p>کیا مہر نے سن کو سب استنار مگر مصلحت ہے یہی اے نگار نہ تالوگ جھگدین اوہر اور اوہر</p>	<p>کہ مجھ پر عیان تھا یہ راز نہان کہ یہ بہید ہو سب پر اب آشکار تو لکھہ سارے قصے کو با آبِ زر</p>

یہ قصہ ہنن اپنی ہی دید ہے	سپراغ رہ عیش جاوید ہے
طلب کر کے فوراً دوات و قلم	کیا قصہ عشق اس نے رقم
ہوا پڑھ کے خوش مہر عالی قاور	گلے سے لگایا اسے بار بار
بلا اس سے یوں بات کی بات میں	کہ دو نون ہو وصل اک دایم
یقین کا پروہ اٹھاجب وہاں	تو کوئی نہ حاجب رہا در میان
تمیز و تعدد کے بھلے صفات	یہاں تک نہ باقی ہی قید ذات
جو آئے اراکین دولت تمام	پڑنا مٹھنے درخستہ کلام
باہزار کہنے لگا پھر وہ شاہ	کہ تودوین ہے یہ کلام آہ
پڑتے جو سمجھ کر اسے ایک بار	تو ہو وہ ولی صاحب اختیار
کہا سب نے صدقت یا شاہین	جسے شک ہو زندیق ہی بائین
مگر اس کی تاریخ بھی منور	کہ تا یہ رہے یادگار حضور
ہوایوں گہر ریز شاہ امین	کوئی قطعہ لکھ دے تو ایہ حدین

قطعہ

بِحَقِّ مُحَمَّدٍ قَدِیمِ کریم	بِمُرْتَدِّ هُوَ هَادِی الصَّالِحِینَ
جَعَلَنی الْحَیِّ عَدِیمَ النُّظِیرِ	وَلِی دَائِمًا فِی مُرَادِی مَحِینِ

وَلَا رَيْبَ يَا أَيُّهَا الْعَاشِقُونَ
كُتِبَتْ كِنَا بَاوَلَنْ يَفْعَلُوا
أَمْرٌ بِأَرْوَلِ لِسَانٍ مَتِينٍ
دَلِيلًا لِي الْخَيْرِ فِي كُلِّ حِينٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَإِنْ يَسْأَلُواكُمُ اقُولُوا سُبْحَانَ
هُوَ اللَّهُ هَذَا كِتَابِي مَتِينٌ
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

استحار

چونکہ اس کتاب کی ہر دو گورنٹ انجشیدہ رگوں مختلف نظام میں باضابطہ تحریر
ہو چکی ہے اور سارے حقوق محفوظ ہیں لہذا کوئی ضابطہ باضابطہ تحریر
اجازت مصنف عالیجناب قصید طبع نہ فرمائیں اور جس کتاب پر محض دستخط
شریف مصنف عالیجناب سلمہ اللہ الوداع کے نہ ہوں وہ مالِ مسروقہ محض

المشتم

حسین خان مالک مطبع

صاحب دکن